کے ساتھ ہوتا ہے۔ سید قطب نے سیاسی اصلاحات، مغربیت اور جدیدیت کے سیاسی اور سماجی مسائل کے حل اسلام کی روشنی میں پیش کئے۔ اس کے علاوہ قطب نے مغرب اور اسلام کے درمیان موجود اختلافات کی بھی تشریح کی۔

جہاں تک سیاست کا تعلق ہے قطب نے اخوان المسلمین پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے۔ یہ جماعت آج بھی موجود ہے اور مصر کی سیاست میں سرگرم ہے۔ عدم تشدد پسندی کے بشمول جس سماجی انصاف اور تعلیم کی سید قطب نے وکالت کی وہی اس جماعت کا بنیادی منشور قرار پایا۔ جہاد کے متعلق ان کے خیالات سے تشدد پسند اور عدم تشدد پسند بھی یکساں طور پر متاثر ہیں۔ اپنی رائے پر قائم رہنے اور بالآخر موت کی سزا پانے پر انہیں شہید کا درجہ دیا گیا۔

معالم فی التاریخ کے بشمول سید قطب کی تمام کتابیں آج بھی دستیاب ہیں اور ان کا کئی مغربی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے قطب کی مشہور کتاب معالم فی التاریخ (سنگ میل) چند لوگ سیاسی اسلام کی ابتداء قرار دیتے ہیں۔ قطب کی مشہور و مقبول کتابوں میں التصویر الفنی فی القرآن (۴۵-۱۹۴۴ء) طفل من القریۃ (۱۹۴۶ء) العدالہ الاجتماعیۃ فی الاسلام (۱۹۴۹ء) فی ظلال القرآن (جلد اول ۱۹۵۴ء، جلد دوم ۱۹۶۰ء، جلد سوم ۱۹۶۴ء) معالم فی التاریخ (۱۹۶۴ء) شامل ہیں۔

نماز کی حکمت ومعنویت .... کا بقیہ

وہ اپنے رب کا ذکر کرے اور نماز پڑھے۔ ذکر رب یہ ہے کہ اس کا نام لیا جائے اور اس کی عظمت و بزرگی کا اقرار واعلان کیا جائے۔ اس کی بہترین اور جامع صورت نماز ہے۔ نماز اس بات کا ثبوت ہے کہ آدمی کو ذکر رب حاصل ہے اور وہ اسے بھولا نہیں ہے، جو اپنے خدا کو یاد رکھے اس کی کامیابی میں کون شبہ کرسکتا ہے؟

نماز کے ذریعہ جس طرح آدمی کا تزکیہ ہوتا ہے اور وہ گناہوں سے پاک صاف ہوکر نکلتا ہے اسے حدیث میں ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پانچ نمازوں کی مثال (گناہوں سے پاک کرنے کے سلسلہ میں) ایسی ہے، جیسے تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اس میں وہ پانچوں وقت غسل کرے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں یہ مثال کس قدر تفصیل سے آئی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بتاؤ اگر تمہارے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بعد بھی اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی حال پانچ نمازوں کا ہے، کہ ان کے ذریعہ اللہ انسانوں کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نماز کے ذریعے انسان معصیت کی آلائشوں سے اسی طرح پاک ہوجاتا ہے، جس طرح دن میں پانچ مرتبہ غسل کرنے والا جسمانی میل کچیل سے پاک ہوجاتا ہے، اس حقیقت کو آپ نے ایک اور مثال سے بھی سمجھایا۔

حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ جاڑے (غالباً جاڑے کے قریب خزاں) کا موسم تھا۔ درختوں کے پتے گر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے، ایک درخت کی دو شاخیں لیں تو اس سے پتے گرنے شروع ہوگئے، آپ نے آواز دی ابو ذر! میں نے عرض کیا بندہ حاضر ہے، ارشاد ہو فرمایا: ایک مسلمان جب محض اللہ کی رضا کی خاطر نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں، جیسے اس درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

- کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) -/100
- کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) -/90
- کاروان زندگی حصہ سوم -/80
- کاروان زندگی حصہ چہارم -/90
- کاروان زندگی حصہ پنجم -/80
- کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) -/90
- کاروان زندگی حصہ ہفتم -/80
- مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) -/40
- حج کے چند مشاہدات -/6
- خواتین اور دین کی خدمت -/25
- کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) -/35
- دعائیں -/10
- سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) -/90
- سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) -/90
- نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) -/200
- سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) -/200
- تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) -/355
- انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر -/70
- اپنے گھر سے بیت اللہ تک -/25

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

- زاد سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن) -/150
- باب کرم (نیا ایڈیشن) -/12
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول -/15
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم -/14
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم -/15
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم -/12
- ہمارے حضورؐ (اردو) -/15 ہمارے حضورؐ (ہندی) -/20
- موج تسنیم (اردو) زیر طبع
- مناجات ہاتف -/10
- دیار حبیبؐ -/5

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

- حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) -/15
- کلید باب رحمت -/6
- ذائقہ (نیا ایڈیشن) -/15
- ذکر خیر 〃 -/15

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

- لبیک اللّٰہم لبیک -/30
- سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ -/50
- سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ -/150
- زبان کی نیکیاں -/15
- گلدستہ حمد وسلام -/6
- کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

- دو مہینے امریکا میں -/90
- جزیرۃ العرب -/70
- حج ومقامات حج -/35
- امت مسلمہ -/70
- سماج کی تعلیم وتربیت -/45

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

- معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) -/870

- اسلام کیا ہے؟ (اردو) -/30
- اسلام کیا ہے؟ (ہندی) -/35
- دین وشریعت -/70
- ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت -/70
- قادیانی مسلمان نہیں -/25
- آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) -/40
- آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) -/45
- درس قرآن -/200

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

- تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ -/45
- مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) -/80
- مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) -/120
- (مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)
- تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ -/35
- سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ -/30
- (مولانا محمد الحسنیؒ)
- بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) -/40
- ذکر رسولؐ 〃 -/55
- مولانا محمد علی جوہر 〃 -/175
- (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)
- کتاب النحو (حافظ عبدالرحمٰن امرتسریؒ) -/18
- کتاب الصرف 〃 -/20
- بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) -/40
- تاریخ میلاد (حکیم الشکور) -/30
- مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) -/30
- سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمٰن شیروانی) -/25

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸-

فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

ماہنامہ
رضوان
لکھنؤ

Rs. 10/-

LW/NP-184/2006-08
R. N. 2416/57

Monthly
RIZWAN

Ph: 0522-2270406

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

Maktaba-e-Islam
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

DESIGNED BY HAMID PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, Lko.

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

شمارہ ۶	جون ۲۰۰۷ء	جلد ۵۱

ایڈیٹر
محمد حمزہ حسنی

معاونین
- میمونہ حسنی
- عائشہ حسنی
- جعفر مسعود حسنی
- محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ
برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر
فی شمارہ : ۱۰ روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں
ماہنامہ رضوان ۲/۵۴، ۱۷، محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸
Phone : 91 - 0522 - 2270406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر
دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 0522 - 2281223

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہوگیا ہے۔

- ایک تاریخی دستاویز
- ادبی مرقع
- دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان و عزیمت
قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔
خوبصورت کتابت و طباعت
قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات
اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔
قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت
خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کرسکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔
قیمت 25/-

ذکرِ خیر
حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ
عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ----- ۳
- حدیث کی روشنی .... امۃ اللہ تسنیم ------ ۴
- حضرت سیدنا عثمان بن عفانؓ .... مولوی منیر ------ ۶
- ماں-اسلامی اور غیر اسلامی تہذیبوں میں .... محترم نصیر خاں ----- ۸
- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکرؓ ______ محمد قمر الزماں ندوی ______ ۱۲
- تنگ دستی-سرمایہ تسکین وکامیابی .... ہدایت اللہ ----- ۱۴
- عفت وعصمت کی دنیا .... شیخ احمد بن عبد العزیز الحمیدان ----- ۱۷
- عفوودرگزر .... حافظ حلیم شاہ ---- ۲۳
- صفوۃ الوضوء .... محترم ابن الامیر رحمت اللہ ----- ۲۵
- نماز کی حکمت ومعنویت .... محترم سید جلال الدین عمری ----- ۲۷
- سوال وجواب .... مفتی محمد راشد حسین ندوی ----- ۳۱
- میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ .... خالد محمود ---- ۳۳
- ازدواجی زندگی کو پرسکون بنانے کے گر .... محمد محبوب ---- ۳۶
- مفکر اسلام سید قطب-حیات اور کارنامے .... صالحہ عرشی ---- ۳۸

اپنی بہنوں سے

مدیر

اسلام کی جو تعلیمات عام زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو ہمارا معاشرہ ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ ہو کر پوری انسانیت کے لئے باعث برکت اور باعث ہدایت ہو جائے، اور زندگی کی تمام دشواریاں دور ہو جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیامت تک کے لئے زندگی گزارنے کا ایسا نمونہ چھوڑا ہے جس کی اگر ہم پیروی کریں اور اس راہ پر چلیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام چلے تو زندگی کا ہر مسئلہ بخیر وخوبی حل ہو اور کوئی پریشانی لاحق نہ ہو۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اس اسوۂ نبوی کو چھوڑ کر اپنے نفس اور خواہشات کی پیروی کرنے لگے، اسلام کے بتائے رساتہ پر چلنے کے بجائے، یورپ کے غیر انسانی اور غیر فطری راستہ کو اپنا لیا، جو صرف نفسانی خواہشات بلکہ جانوروں والی زندگی کی طرف لے جاتا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ جانور بھی اس راستہ پر چلنا پسند نہ کریں گے، یہی وجہ ہے مسلمان تباہی وبربادی کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

اسلامی بھائی چارہ، ایثار، بےنفسی، اخلاص، اور اسلامی محبت، قومی وملی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دینا، خود بھوکا رہنا لیکن اپنے بھائی بہن کو کھانا کھلانا، بیمار کی عیادت کرنا اس کے علاج معالجہ کی فکر کرنا، دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھنا، ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی تکلیف پر بےچین ہو جانا اور کوشش کر کے اس کی مدد کرنا، ظالم کے مقابلہ پر کھڑا ہو جانا مظلوم کی پشت پناہی کرنا عام انسانوں پر شفقت کرنا ان کی مدد کرنا انسان تو انسان بلکہ جانوروں تک کو تکلیف نہ دینا یہ وہ صفات ہیں جو ایک سچے مسلمان میں پائی جاتی ہیں، جن کی وجہ سے مسلمان پوری انسانیت کے لیے، باعث رحمت وخیر وبرکت ہوتا ہے لیکن ہوا کیا؟ دھیرے دھیرے یہ صفات ہمارے اندر سے نکلتی گئیں اور ہم نام کے مسلمان رہ گئے اور ہم بھی یورپ کے انسان نما جانوروں کی طرح بےروح ہو گئے، اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہم جو عالم انسانیت کے لیے باعث رحمت ہے اب باعث زحمت ہو گئے، اور ہمارے ساتھ بھی دنیا وہی سلوک کرنے لگی جو ایک جانور دوسرے جانور کے ساتھ کرتا ہے۔

میرے بہن بھائیو ابھی وقت ہاتھ سے گیا نہیں ہے، اسلامی ڈور ابھی ہمارے ہاتھ میں ڈھیلی ضرور ہوئی ہے مگر چھوٹی نہیں ہے، اگر ہم اب بھی اسلامی ڈور کو مضبوطی سے تھام لیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے لگیں، صحابہ کرامؓ نے جس طرح زندگی گذارنے لگیں، تو ہمارے اندر اسلامی صفات پھر بیدار ہو جائیں گی جس کے نتیجہ میں ہماری زندگی بھی اسلامی زندگی بن جائے گی، اور ہمارے دل ودماغ روشن ہو جائیں گے، اندھیرا دور ہو جائے گا اور ایمان کی روشنی ہماری راہوں کو منور کر کے ہم کو دین ودنیا میں کامیابی عطا کرے گی، اور ہم نہ صرف اپنے لیے بلکہ پوری دنیا کے لیے باعث خیر وبرکت بن جائیں گے۔

حدیث کی روشنی میں

شہادت کی فضیلت

امۃ اللہ تسنیم

شہادت کی مختلف شکلیں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ آدمیوں کو شہادت کا درجہ حاصل ہوگا طاعون سے مرنے والا، ہیضہ سے مرنے والا، ڈوب کے مرنے والا، دب کے مرنے والا، اور جو اللہ کے راستہ میں مارا جائے۔
(بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ شہید کس کو کہتے ہو۔ انہوں نے کہا جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ فرمایا اس صورت میں تو میری امت میں شہید بہت تھوڑے ہوں گے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ پھر کون کون شہید ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے راستہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اللہ کے راستہ میں مرجائے وہ شہید ہے، جو طاعون میں مرجائے وہ شہید ہے، جو ہیضہ میں مرے وہ شہید ہے، جو ڈوب کر مرے وہ شہید ہے۔ (مسلم)

حضرت عبد اللہؓ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔
(بخاری، مسلم)

حضرت ابو الاعور سعید بن زید بن عمرو بن نُفَیل سے روایت ہے (یہ عشرۂ مبشرہ میں سے تھے) کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو اپنے مال کی وجہ سے مارا جائے، وہ شہید ہے اور جو اپنا خون یعنی اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے دین کی وجہ سے مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے بتائیے کہ اگر کوئی میرا مال لینا چاہے تو میں کیا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہ دو۔ عرض کیا اگر وہ مجھ سے لڑے، فرمایا تم بھی لڑو، عرض کیا اگر وہ مجھے قتل کردے۔ فرمایا تم شہید ہوگے۔ اس نے کہا اگر میں اس کو قتل کردوں فرمایا وہ دوزخ میں ہوگا۔ (مسلم)

آزاد کرنے کی فضیلت

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ، فَكُّ رَقَبَةٍ۔ (البلد۔ ع ۱)

سو وہ داخل نہ ہوا گھاٹی میں، اور تم کو خبر بھی ہے کہ گھاٹی کیا ہے، وہ گردن کا آزاد کرنا ہے۔

احادیث

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کردیا تو اللہ تعالیٰ آزاد شدہ کے ہر عضو کے بدلہ آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو آگ سے آزاد کرے گا حتی کہ اس کی شرمگاہ کو شرمگاہ کے بدلے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کون سے اعمال افضل ہیں فرمایا اللہ پر ایمان، اس کے رستہ میں جہاد، میں نے عرض کیا کونسی گردن کا آزاد کرنا افضل ہے فرمایا جو اپنے مالک کے نزدیک بیش قیمت ہو۔
(بخاری، مسلم)

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سے اعمال افضل ہیں، فرمایا اللہ پر ایمان اس کے راستہ میں جہاد۔ میں نے عرض کیا کون سی گردن کا آزاد کرنا افضل ہے، فرمایا جو اپنے مالک کے نزدیک بیش قیمت ہو۔
(بخاری۔ مسلم)

احسان کی فضیلت۔

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔
(نساء۔ ع ۶)

اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دور رہنے والے پڑوسی اور دوستوں، رفیقوں اور مسافروں کے ساتھ اور جو تمہارے ماتحت ہوں انکے ساتھ بھی سلوک کرو۔

غلام کے ساتھ مساوات

حضرت مَعْرور بن سُوید سے روایت ہے کہ میں نے ابو ذرؓ کو دیکھا جس طرح کا لباس آپ پہنے ہیں ویسا ہی ان کا غلام پہنے ہے، میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کو گالیاں دیں یعنی ماں کی گالی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر تم نے اس کی ماں کو عیب لگایا۔ تم میں ابھی جاہلیت کی بو باقی ہے۔ یہ تمہارے بھائی ہیں تمہارے خدمتگار، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے تحت کردیا ہے۔ جب تمہارے بھائی تمہارے دست نگر ہوجائیں تو تم کو چاہئے کہ جو تم کھاؤ وہی کھلاؤ اور جو پہنو وہی پہناؤ۔ ان کو ایسے کام کی تکلیف نہ دو جو ان کی طاقت سے باہر ہو، اگر تم ان پر ایسا بوجھ رکھو تو پھر ان کی مدد بھی کرو۔ (بخاری۔ مسلم)

باورچی کی خاطر

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا خادم کھانا لے کر آئے تو تم اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لو، اور اگر اپنے ساتھ نہ بٹھاؤ تو پھر ایک لقمے یا دو لقمے دے دو، اسلئے کہ اس نے پکانے کا تکان اور آگ کی گرمی سہی ہے۔ (بخاری)

اُس غلام کی فضیلت

جو اللہ اور اپنے آقا کا حق ادا کرے

دُہرا اجر

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اللہ کی عبادت بھی اچھی طرح کرے تو اس کو دونا اجر ملے گا۔
(بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خیر خواہی کرنے والے غلام کو دُہرا اجر ملے گا۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں ابو ہریرہؓ کی جان ہے، اگر جہاد اور حج نہ ہوتا اور ماں کے ساتھ حسن سلوک، تو میں چاہتا کہ غلامی کی موت مروں۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو غلام اپنے پروردگار کی عبادت بھی خوب اچھی طرح کرے اور اپنے مالک کا حق، خیر خواہی فرمانبرداری جو اس پر لازم ہے ادا کرے تو اس کو دُہرا اجر ملے گا۔
(بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تین آدمی ہیں جن کو دُہرا اجر ملے گا۔ ایک وہ شخص جو اہل کتاب ہے، یعنی یہودی یا نصرانی وہ اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد ﷺ پر بھی۔ دوسرا وہ غلام جس نے اللہ حق بھی ادا کیا اور مالکوں کا حق بھی ادا کیا، تیسرا وہ مرد جس کے پاس ایک لونڈی ہے اس نے اس کو خوب ادب سکھایا اور بہترین طریقہ سے تعلیم و تربیت کی، پھر اس کو آزاد کیا اور پھر اسی سے شادی کرلی۔
(بخاری۔ مسلم)

مولوی منیر

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضؓ

اللہ رب العزت خالق کائنات ہیں، وہ تمام مخلوق کے قلوب کے بھیدوں اور رازوں کو جانتے ہیں، وہ بعض افراد کو نیکیوں کی توفیق دے کر انہیں دونوں جہانوں میں سرخرو کرتے ہیں اور بعض کے ساتھ اس کے برعکس معاملہ کرتے ہیں کیونکہ اس کے فیصلے کا مدار **ویہدی الیہ من ینیب** ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق میں ایک شخصیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے، یہ ان شخصیات میں سے ہیں، جن کے بارے میں ازلی سعادت مندی لکھی جاچکی تھی، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جوں ہی ان کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے فوراً لبیک کہا، اگر چہ حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ اسلام قبول کرنا اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتارنا اور مصیبتوں اور تکلیفوں کے شکنجوں میں پیوست کرنا تھا، اس وقت میں اسلام قبول کرنے سے غیر تو غیر اپنے بھی دشمن بن جاتے تھے لیکن حضرت عثمانؓ ان ناموافق حالات کے باوجود جیش محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہوئے۔

حضرت عثمانؓ انتہائی باوقار اور عمدہ صفات کے مالک تھے، خاص کر سخاوت میں اور ادب وحیاء میں اپنی مثال آپ تھے۔

ہر مشکل وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مدد کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا، جودوسخا میں ایسے بحر بے کراں تھے کہ خشکی ان کے ہاں اجنبی تھی، ایسا لگتا تھا کہ اسلام کے بعد ان کا مال اللہ کے رسول اور ان کے ساتھیوں کے لئے وقف تھا۔

ادب واحترام اور محبت محبوب کا یہ عالم تھا کہ ایک بیعت میں جس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی پھر کبھی بھی اسی ہاتھ سے شرمگاہ کو مس نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس سے کسی نجاست کو چھوا۔

اسی ادب واحترام کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان میں اپنے ایک ہاتھ مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر دوسرے سے بیعت کی اور اللہ رب العزت کو یہ بیعت جو درحقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کے لئے ہوئی تھی اس قدر پسند آئی کہ ان بیعت کرنے والوں کو اپنی رضا کا پروانہ دیتے ہوئے فرمایا: ﴿**لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم**﴾ قربان جائیں عثمان تیری شان پر کہ رب کائنات نے اس درخت تک کا ذکر فرمایا، جس کے نیچے یہ بیعت مبارک ہوئی تھی۔

اور پھر رب ذالجلال نے تمام امت مسلمہ کو مصحف عثمانی پر متفق فرمایا اور اس گراں قدر خدمت کے لئے عثمان کو منتخب کیا اور حیا کی کیفیت یہ ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الا استحی من رجل یستحی منه الملائکة** ؟ ان خصوصیات کے بعد میں بغیر جھجک کے کہہ سکتا ہوں کہ بعض بدبخت اور عیاش قسم کے لوگ حضرت عثمان؟ جیسے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض اعتراضات کرتے ہیں اور ان کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنانے سے وہ نہیں کتراتے۔

ان لوگوں سے صرف یہ سوال ہے کہ اگر آپ کے خود ساختہ اعتراضات ٹھیک ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرف دامادی سے کیوں نوازا؟

جب کہ ہمارے جیسے پراگندہ ماحول میں بھی کوئی کسی کو اس وقت تک داماد بنانے کے لئے تیار نہیں ہوتا، جب تک اس کو یقین نہ ہو جائے کہ اس کا خاندان اور ذریعہ معاش صحیح ہے۔

چنانچہ جس میں ذرہ برابر بھی غیرت ہو وہ بھی ہرایرے غیرے کو داماد بنانے کے لئے تیار نہیں ہوتا، چہ جائے کہ ایک غیرت مند اور شریف آدمی ایسا کرے اور پھر غیرت وحیا کے منبع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کریں؟ تو اب حضرت عثمانؓ پر اعتراض کرنا گویا انتخاب پیغمبر پر اعتراض ہے، جس کا لازمی نتیجہ اپنے لئے خلود فی النار کو متعین کرنا ہے **اعاذنا اللہ منه**۔

میں آخر میں حضرت عثمان کے حوالے سے مختصراً بتاتا چلوں کہ باغیوں نے جب حضرت عثمان کا محاصرہ کیا اور پینے کا پانی تک بند کیا تو ادھر اگر چہ جاں نثار صحابہ نے بار بار اصرار کیا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم ان باغیوں سے نمٹیں، لیکن حضرت فرماتے تھے کہ میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خون بہانا نہیں چاہتا۔ گویا تاریخ انسانی میں حضرت ہابیل کے بعد پہلا ہاتھ تھا جو اپنے قاتلین کی طرف بھی نہ اٹھا۔ اس محاصرے کے زمانے میں حضرت عثمان نے وقتاً فوقتاً خطبے بھی ارشاد فرمائے، جو دلوں کو دہلا دینے اور روحوں کو تڑپا دینے والے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ کے ہاں میری دس امانتیں ہیں (۱) میں چوتھا مسلمان ہوں (۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر رقیہ میرے نکاح میں تھی۔ (۳) رقیہ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ نے اپنی دوسری نور چشم ام کلثوم کو میرے عقد میں دیا۔ (۴) میں نے کبھی گانا نہیں گایا۔ (۵) میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ (۶) میرے دل میں کبھی بدی کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ (۷) میں نے وہ ہاتھ کبھی شرم گاہ کو نہیں لگایا، جس ہاتھ سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ (۸) میں ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتا رہا ہوں (۹) میں نے کبھی زنا نہیں کیا۔ (۱۰) میں حافظ قرآن ہوں، لیکن باغیوں کے لئے ان میں سے کوئی تقریر کارگر نہیں ہوئی، اور یوں ان ازلی بدبختوں نے بروز جمعہ ۳۵ھ ۱۸/ ذی الحجہ کو روزے اور تلاوت کی حالت میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو ۸۲ سال کی عمر میں شہید کر دیا اور حضرت زبیر بن عوام نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

●●

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی تصنیفات
(اردو، عربی، انگریزی، ہندی)
طلب کریں
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
P.Box 119, Nadwa, Lucknow Ph.; 0522-2741539,

فکری، دعوتی مطبوعات
(اردو، عربی، انگریزی، ہندی)
فہرست طلب کریں
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
P.Box 119, Nadwa, Lucknow Ph.; 0522-2741539,

محترم نصیر خان

ماں

اسلامی اور غیر اسلامی تہذیبوں میں

انسان کی پرورش میں ماں باپ کا کردار بنیادی اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔ استقرار حمل سے لے کر ولادت اور رضاعت تک اور پھر بچپن سے لے کر بلوغت تک بچے کی دیکھ بھال، تربیت اور نشوونما کا کام انتہائی کٹھن، نازک اور صبر آزما ہوتا ہے اور والدین اپنے بچوں کی خاطر ان سب کو برداشت کرتے ہیں۔ بچے کی پرورش اور تربیت میں والدہ کا کردار بطور خاص اہم اور نازک ہے اور اسی لئے اس کا مقام والد سے بھی بلند تر ہے۔ بدقسمتی سے بعض جاہلی معاشرے ماں کے بلند مقام کو پہنچانے سے محروم رہے ہیں۔

مزدکیت کے زیر اثر اہل فارس اپنی ماں کو اپنے لئے حلال سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ماں کی شہوت بجھانے کی کوشش کرنے کا حق بیٹے پر زیادہ ہے۔ جب شوہر مر جائے تو بیٹا اس عورت کا زیادہ مستحق ہے (ابن جوزی "تبیس ابلیس)

ماں حقیقی ہو یا سوتیلی، عزت واحترام کے لائق ہے، لیکن عہد جاہلیت میں اہل عرب اس سے بھی ناآشنا تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے:

كان أهل الجاهلية يحرمون ما حرم الله الا امرأة الأب الجمع بين الاختين، فانزل الله ﴿ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم من النساء﴾

اہل جاہلیت ان چیزوں کو حرام جانتے تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، لیکن باپ کی منکوحہ اور دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کو جائز سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت **﴿ولا تنكحوا ما نكح آبائكم من النساء﴾** نازل کی۔

امام سہیلی کا قول ہے: **"ان نكاح نساء الآباء كان معمولا به في الجاهلية"** (نفس المکان)

باپ کی منکوحات سے نکاح کرنا عہد جاہلیت میں عام تھا۔

دور جدید میں آج یورپ اور امریکہ حقوق نسواں کے چیمپین ہونے کے دعویدار ہیں لیکن حقیقی معنوں میں وہاں عورت کسی بھی حیثیت سے قابل رشک مقام پر فائز نہیں ہے۔ مردوں نے حقوق کے نام پر ان کے اوپر ذمہ داریوں کا ناقابل برداشت بوجھ ڈال دیا ہے۔ جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کو Old age homes میں دھکیل دیا جاتا ہے، جہاں وہ اولاد کی محبت اور خدمت سے محروم ہوتے ہیں۔

اسلام کے علاوہ دیگر آسمانی مذاہب بھی باوجود تحریف کے ماں کے عزت واحترام اور اس کے ساتھ بدسلوکی سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔

یہودیت میں عورت کی حیثیت تو قابل رشک نہیں، البتہ ماں کی حیثیت سے وہ عزت واحترام کی ضرور مستحق ہے۔ یہ بھی شاید اس لئے کہ تورات کے یہ تاکیدی احکام ابھی تک تحریف سے محفوظ ہیں: "تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا، تاکہ تیری عمر، اس ملک میں جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے، دراز ہو۔"

تالمود کا حکم ہے: "اور جو اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے وہ قطعی مار ڈالا جائے۔"

تورات کی طرح انجیل میں بھی لکھا ہے: "تو اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت کر اور جو باپ یا ماں کو برا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔"

ماں، اسلام کی نظر میں

اسلام والدین کی مشکل اور قابل قدر خدمات کو سراہتا ہے اور انسان کو تعلیم دیتا ہے کہ کائنات میں والدین ہی ان کے سب سے زیادہ خدمت، محبت، شفقت اور شکر کے مستحق ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: **﴿وقضى ربك ان لا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا اما يبلغن عندك الكبر احدهما اوكلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾**

تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک، یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو، کہ پروردگا! ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔"

قرآن کریم میں ماں کی خدمات کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **﴿ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهنا على وهن وفصله في عامين ان اشكر لي ولوالديك﴾** (لقمان)

ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہنچانے کی تاکید کی ہے، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے، (اس لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: **﴿ووصينا الانسان بوالديه احسانا حملته امه كرها ووضعته كرها وحمله وفصله ثلثون شهرا﴾** ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے، اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔

والدین اگر شرک اختیار کرنے کیلئے کہیں تو اطاعت نہ کرنا لیکن حسن سلوک پھر بھی واجب ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **﴿وان جاهداك على ان تشرك بي ماليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا﴾** (لقمان)

اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کرو جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں ہے تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا۔

والدین اور خاص کر ماں سے حسن سلوک کی تاکید کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: **يا رسول الله، من احق الناس بحسن صحابتي؟ قال امك، قال ثم من؟ قال ثم امك، قال ثم من؟ قال ثم امك، قال ثم من؟ قال ثم ابوك"** (بخاری)

یا رسول اللہ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے پھر فرمایا تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ تو آپ نے فرمایا تیرا باپ۔

دوسری حدیث میں آیا ہے: **ان الله حرم عليكم عقوق الامهات ووأد البنات.**

اللہ نے تمہارے اوپر ماؤں کی

نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے۔

حج کے موقع پر صفا ومروہ میں سعی ایک ماں ہی کے اضطراب کی یادگار ہے، جو اس نے اپنے بچے کی پرورش کے سلسلے میں برداشت کیا۔ ماں سے نکاح کرنا حرام کیا گیا ہے، کیونکہ یہ اس کی عزت واحترام کے منافی ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ولا تنكحوا ما نكح آبائوكم من النساء﴾

اور اپنے باپوں کی منکوحات سے نکاح نہ کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿حرمت عليكم امهاتكم وبنتكم واخواتكم......﴾ تمہارے اوپر حرام کردی گئی ہیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں......

ماں اور رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی والدہ بچپن ہی میں وفات پاچکی تھیں۔ حضرت ام ایمنؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نہایت شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے، جب بھی ان کو پکارتے تو ''میری امی'' کہہ کر پکارتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے، ام ایمن میری ماں کے بعد میری ماں ہے۔

اس شفقت ومحبت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے بچپن میں آپ کی پرورش ماں کی طرح کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کی بعثت کے بعد تک بقید حیات رہیں، آپ ان کے ساتھ مشفقانہ طریقے سے پیش آتے تھے۔ غزوہ حنین کے دن جب حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تشریف لائیں تو آپ ازراہ ادب ان کیلئے کھڑے ہوگئے اور ان کیلئے اپنی چادر بچھائی، جس پر حضرت حلیمہ بیٹھ گئیں۔

جب غزوہ حنین میں مسلمانوں کو فتح ہوگئی اور بنوہوازن کے چھ ہزار لوگ گرفتار ہوگئے تو انہوں نے آپ سے اسی رشتہ ورضاعت کے واسطے سے مہربانی کی اپیل کی۔ آپ نے اپنے اور عبدالمطلب کے حصہ کے قیدیوں کو تو فوراً آزاد فرمایا اور بقیہ چوں کہ تقسیم ہوچکے تھے، اس لئے صحابہ سے ان کے بارے میں اپیل کی تو صحابہ نے بھی یہ کہہ کر سب کو آزاد کردیا: "وما كان لها فهو لله ورسوله صلى الله عليه وسلم" جو ہمارا حصہ ہے، وہ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔

ایک دفعہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوچکے تھے، حضرت حلیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور آپ سے قحط سالی اور مویشیوں کی ہلاکت کی فریاد کی۔ چونکہ آپ کی مالی حیثیت مستحکم نہیں تھی، اس لئے حضرت خدیجہ کے سامنے معاملہ رکھا۔ حضرت خدیجہ نے ان کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ عطا کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو رضاعی ماں کی بہن کی بھی قدر ومنزلت فرماتے تھے۔ فتح مکہ کے دن ایک عورت جو حضرت حلیمہ کی بہن تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ گھی اور پنیر کا ہدیہ بھی ساتھ لائی تھیں، آپ صلی اللہ علیہو سلم نے حلیمہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو فوت ہوچکی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر آبدیدہ ہوگئے پھر ان سے حاجت پوچھی اور ان کے لئے کپڑے، سواری اور دوسو درہم کا حکم دیا۔ بلاذریؒ کے مطابق حلیمہ کی بہن یہ کہتی ہوئی چلی گئیں: نعم المكفول انت صغيرا كبيرا۔ آپ کی بچپن میں بھی کیا خوف کفالت کی گئی اور بڑی عمر میں بھی کیا خوب نوازے گئے۔

جب عمرة القضا کے موقع پر حضرت علیؓ جعفرؓ اور زیدؓ کے درمیان شہید احد حضرت حمزہ کی بیٹی کی پرورش پر تنازعہ کھڑا ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ ولم نے اسی ماں کے رشتے کو ترجیح دیتے ہوئے حضرت جعفر کے حق میں یہ فیصلہ فرمایا کیونکہ حضرت جعفر کی بیوی، حضرت اسماء بچی کی

خالہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الخالة بمنزلة الام، خالہ ماں کی جگہ ہے۔

آپ ﷺ کا نماز میں بھی ماں کی پریشانی کا لحاظ فرمانا

عبادات میں نماز کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بھی بچوں کی ماں کی رعایت فرماتے تھے، حضرت ابو قتادہؓ انصاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انی لاقوم إلى الصلوٰة وانا اريد ان اطول فيها فاسمع بكاء الصبى فى صلاتى فاتجوز كراهية ان اشق على امه"

میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس میں لمبی قرأت کروں۔ اتنے میں کسی بچے کی رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کردیتا ہوں، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ (لمبی نماز پڑھا کر) اس کی ماں کو پریشانی میں ڈالوں۔

جنت ماں کے قدموں کے پاس

حضرت معاویہؓ بن جاہمہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول الله! انی كنت اردت الجهاد معك، ابتغى بذلك وجه الله والدار الآخرة...... ويحك، احية امك؟...... ويحك! الزم رجلها فثم الجنة۔

یارسول اللہ! میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس سے میرا مقصد اللہ کی رضا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے اوپر افسوس ہے کہ تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور اس کے ساتھ نیکی کا سلوک کرو، میں نے اپنا مدعا دہرایا تو آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ جب میں نے اصرار کرکے تیسری دفعہ پھر کہا تو آپ نے فرمایا: تمہارے اوپر افسوس ہے اپنی ماں کے قدموں میں رہو، وہیں جنت ہے۔

انسان کی ماں ہونا تو ایک عظیم شرف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جانوروں کی ماں کو بھی دکھ پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: كنا مع رسول الله فى سفر، فانطلق لحاجته، فرأينا حمرة معها فرخان، فأخذنا فرخيها، فجاءت الحمرة، فجعلت تفرش، فجاء النبى صلى الله عليه وسلم فقال: من فجع هذه بولدها ردوا ولدها إليها۔

ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اپنی کسی ضرورت سے کہیں چلے گئے، اس دوران ہم نے ایک پرندہ دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے، چنانچہ ہم نے وہ بچے اٹھالیے، وہ پرندہ جب آیا تو (بچوں کی تلاش میں) پھڑ پھڑانے لگا۔ (اس دوران) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ نے پوچھا کس نے اس کو اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف پہونچائی ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کردو۔

دوسری روایت میں پرندے کے بچوں کی جگہ انڈوں کے اٹھانے کا ذکر ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دیگر مذاہب اور معاشروں کی نسبت اسلام کا تصور کتنا جامع اور واضح ہے۔ جس میں جانوروں کی ماں کی پریشانی کا بھی اس قدر خیال رکھا گیا ہے اور انسان کی ماں سے بڑھ کر تو اس میں دنیا میں کوئی رشتہ ہی نہیں ہے۔ اسلام ماں کو اس بلند مقام پر فائز کرکے اس سے بجا طور پر بچوں کی پرورش اور مؤثر اسلامی تعلیم وتربیت کے ذریعے اصلاح معاشرہ کا انتہائی اہم کام بھی لینا چاہتا ہے۔ اولاد سے عزت واحترام اور اپنے حقوق کی توقع رکھتے ہوئے ماؤں کو بطور خاص اس نکتے کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ ماں اور اولاد کے باہمی تعلق کا اس سے بہتر تصور نہ کسی نے دیا ہے اور نہ ممکن ہے، جس پر بجا طور مسلمانوں کو فخر اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

●●●

ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ بنت ابی بکرؓ

(محمد قمر الزماں ندوی، استاذ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپ گڑھ)

عائشہ نام لقب صدیقہ آنحضرت کی شریک حیات انکی ولادت نبوت کی پانچویں سال شوال ۹ ھ قبل ہجرت مکہ مکرمہ میں ہوئی آنحضرت نے انکی کنیت انکے بھانجے عبد اللہ بن زبیرؓ کے نام پرام عبد اللہ رکھی جنہیں حضرت عائشہ نے متبنی بنا یا لیا تھا والد خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ اور والدہ ام رومانؓ ہیں۔

حضرت عائشہ کے گھرانے کو یہ فضیلت اور شرف حاصل ہے کہ وہ اسلام کے دور اول ہی میں نور اسلام سے منور ہو گیا تھا، اور حضرت عائشہ ان خوش بخت خواتین میں سے ہیں جنکی تربیت خالص اسلامی ماحول میں ہوئی، اور ابتدا ہی سے ان کے کان کفر وشرک کی آواز سے دور رہے۔

حضرت عائشہ کا نکاح نبوت کے دسویں سال ہوا، مہر کی رقم پانچ سو درہم مقرر ہوئی حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہجرت کے چند ماہ بعد شوال ۲ ر ہجری مدینہ منورہ میں نہایت سادگی کے ساتھ ہوئی۔ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر نو برس تھی بعض جدید سیرت نگاروں نے ۱۵ ر پندرہ سال بھی لکھا ہے، ازواج مطہرات میں یہ خصوصیت بھی حضرت عائشہ ہی کو حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنواری بیوی تھیں، حضرت عائشہ انتہائی ذہین، عقلمند، اور دینی مسائل کے فہم وشعور میں ممتاز مقام رکھتی تھیں، خصوصا عورتوں کے مسائل پر جس قدر گہری نظر حضرت عائشہ کی تھی بہت کم کسی کی تھی، بڑے بڑے صحابہؓ کرامؓ ان سے رجوع ہوتے تھے، اوران کی خدمت میں حاضر ہو کر بعض نہایت مشکل اور پیچیدہ مسائل دریافت کرتے تھے، حضرت ابو موسی اشعریؓ فرماتے ہیں ہم اصحاب محمدؐ کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی پیش نہیں آتی جسکا حل ہم نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا ہو اور ہمیں اس کے بارے میں معلومات نہ حاصل ہوئی ہوں، ہم نے جب کبھی کسی عقدہ کشائی کے لئے ان کے باب عالی پر دستک دی ہمیں ذہنی تسکین اور قلبی تسلی حاصل ہوئی، (اسلام کی بیٹیاں) حضرت عائشہؓ فصاحت وبلاغت اور ادب وانشاء میں بھی اونچا مقام. رکھتی تھیں، ادب وخطابت میں بھی انکا پایہ بلند تھا۔ انکی بعض تقریریں ادب اور زور کلام کے اعتبار سے شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں، حضرت عائشہؓ اخلاق وکردار کے بلند مقام پر فائز تھیں، نہایت سخی اور فیاض تھیں، ایک دن روزے سے تھیں اور گھر میں سوائے ایک روٹی کے اور کچھ نہ تھا اتنے میں ایک مسکین عورت آئی اور اس نے سوال کیا، خادمہ کو حکم دیا جو روٹی گھر میں پڑی ہے اسے کھلا دو، اس نے عرض کیا، آپ روزہ کس چیز سے افطار کرینگی؟ فرمایا اللہ مالک ہے، شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھیجا، لونڈی کو بلا کر کہنے لگیں لو کھاؤ یہ تیر روٹی سے بہتر ہے۔

ایک مرتبہ ان کے بھاجے عبد اللہ بن زبیر نے ایک لاکھ درھم بھیجے، حضرت عائشہؓ اس دن بھی روزہ سے تھیں تمام درھم اسی وقت راہ خدا میں تقسیم کردئے، شام ہوئی تو ام ذرہ نے کہا ام المؤمنین! اس رقم سے روزہ افطار کرنے کے لئے کچھ گوشت ہی لے لیا ہوتا، فرمایا تم نے تو بھی پہلے توجہ نہیں دلائی، (اسلام کی بیٹیاں) حضرت عائشہ کو آل رسولؐ سے حد درجہ بہت تھی، اور ان کی بے حد مداح تھیں، کسی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ عورتوں میں سب سے زیادہ فضیلت کس کو حاصل ہے؟ اور کون خاتون آنحضرت کو عزیز تھیں، فرمایا فاطمہؓ پھر سوال ہوا مردوں میں یہ اعزاز کسی کو حاصل ہے؟ کہا فاطمہ کے شوہر علی، حضرت عائشہ صدیقہؓ کو رسول کی محبت میں سخت امتحان اور آزمائش سے بھی گذرنا پڑا، منافقین نے انکی شان میں گستاخانہ جملے بھی کہے، اور تہمت بھی لگائی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی نصرت فرمائی، بے قصوری ظاہر کی، ان کو طیبہ ٹھہرایا، اور خبر دی کہ مغفرت اور رزق کریم ان ہی کے لئے ہے، نیز یہ بھی بتایا کہ اس بہتان سے انکی شان میں ذرا بھی فرق نہ آیا بلکہ رتبہ بڑھ گیا، انکی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین وآسمان گونج اٹھے وہ وحی اتری جس کی قیامت تک نمازوں اور محرابوں میں تلاوت کی جائے گی، ''الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات'' ترجمہ پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے، جب کوئی ایمان والا شخص پڑھے گا تو اسے حضرت عائشہ کی پاکی وطہارت کا اندازہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکی وطہارت سے کرنا ہوگا، (رحمۃ للعالمین سلیمان منصور پوری)۔

حضرت عائشہ کے فضائل میں بہت سی احادیث صحیح ثابت ہیں، صرف دو حدیثوں کو یہاں بیان کیا جاتا ہے، ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کو پہونچے مگر عورتوں کے اندر صرف مریمؑ دختر عمران اور آسیہ زوجہ فرعون ہی تکمیل کو پہونچیں، اور عائشہ کو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے، جیسے ثرید کو سب کھانوں پر، ایک دوسری حدیث میں ہے جسے امیر المومنین ام سلمہؓ نے روایت کیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ''یہ عائشہ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے، مگر دیگر ازواج کے بستروں میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔

۱۷ ر رمضان المبارک ۵۷ ر ہجری یا ۵۸ ہجری کو مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ کا وصال ہوا حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز کا جنازہ پڑھائی، رات کے وقت جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے پہلو میں دفن کردی گئیں، حضرت عائشہ کا شمار کثیر الروایہ صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے، ان سے مروی احادیث کی کل تعداد دو ہزار دو سو دس ۲۲۱۰ رہے، ان میں سے دو سو چھیاسی ۲۸۶ ر احادیث صحیحین میں شامل ہے، ان کے پاس قرآن مجید کا بھی ایک قلمی نسخہ موجود تھا جسے انہوں نے اپنے غلام ابو یونس سے لکھوایا تھا۔ (دائرۂ معارف اسلامیہ جلد ۱۲)

تدبر حدیث اور فہم حدیث میں بھی حضرت عائشہؓ کا مقام بہت بلند تھا، بہت سی حدیثوں کے صحیح مفہوم سے حضرت عائشہؓ نے امت کو واقف کرایا، حضرت ابو سعید خدریؓ کا آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنی پسند کے کپڑے منگوائے اور پہنے پھر فرمایا مسلمان جس لباس میں مرتا ہے اسی لباس میں اٹھایا جاتا ہے، یہ بات حضرت ابو سعیدؓ نے حضورؐ سے سنی تھی، آپ نے بے شک انہی لفظوں میں فرمایا تھا لیکن دراصل حضورؐ نے تشبیہ اور استعارہ کی زبان استعمال کی تھی، اس کو حضرت ابو سعیدؓ نہ پاسکے جب حضرت عائشہؓ سے لوگوں نے عرض کیا کہ انہوں نے انتقال کے وقت یہ کہا اور نئے کپڑے پہنے تو ام المؤمنین نے سمجھایا کہ حضورؐ نے انسان کے عمل کو لباس کہا ہے یعنی جو جیسے عمل لے کر مریگا وہی لیکر قیامت کے دن اٹھیگا ورنہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ لوگ قیامت کے دن ننگے اٹھینگے۔

بقیہ صفحہ......24 پر

ہدایت اللہ، تخصص فی الادب العربی

تنگ دستی۔ سرمایۂ تسکین وکامیابی

دنیاوی زندگی میں عام طور پر مسلمان فقر و فاقہ اور تنگ دستی میں مبتلا ہے، اس کے برخلاف کفار اپنی زندگی عیش وعشرت اور لذتوں میں گزارتے ہیں۔

مسلمان کو ہر طرف سے مصائب وآلام نے گھیر رکھا ہے:

کبھی دنیوی مصیبت تو کبھی اخروی مصیبت میں مبتلا نظر آتا ہے، کبھی معاشی تنگی میں مسلمان جکڑا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے موجودہ دور کی پریشانیوں میں ایک بڑی پریشانی معاشی تنگ دستی بھی ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو مسلمان پر یہ مصائب اس فانی زندگی کے ان چند ایام تک محدود ہیں۔ اس کے بعد مسلمان کو دائمی راحت اور من چاہی زندگی نصیب ہوگی کیوں کہ مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ فانی زندگی اور فانی دنیا ہماری منزل نہیں ہے۔

بلکہ یہ جنت کی ابدی نعمتوں اور لازوال خوشیوں کے حصول کے راستے کی ایک گزرگاہ ہے، یعنی ایک سلسلہ سفر ہے اور یہ بات عیاں ہے کہ سفر میں وہ خوشی میسر نہیں ہو سکتی جو اپنے گھر میں میسر ہوتی ہے، اسی لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''السفر قطعة من العذاب، يمنع أحدكم نومه وطعامه وشرابه'' کہ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تم کو نیند اور کھانے پینے سے روکتا ہے۔ چناں چہ احکام شریعت نے زندگی کے ہر لمحے کے اندر خواہ مصیبت ہو یا راحت، اپنے احکام کے ذریعے انسان کی رہنمائی فرمائی۔ خاص طور پر معاشی تنگ دستی اور پریشانی کے سلسلے میں ایسے فرامین کے ذریعے راہنمائی فرمائی ہے کہ اگر مسلمان ان فرامین کو مدنظر رکھ کر زندگی گزارے تو واقعی سکون قلب کی دولت سے مالامال ہو سکتا ہے۔

چنان چہ سنن ابی داؤد شریف کی حدیث مبارک ہے:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں شکایت کی درآں حالیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں اپنی چادر مبارک سے ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے۔

ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں فرماتے، آپ ہمارے لیے اللہ رب العزت سے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم سے پہلے امتوں میں مؤمن آدمی کو اس قدر ستایا جاتا تھا کہ اس کے لیے زمین کے اندر ایک گڑھا کھودا جاتا تھا، پھر اس شخص کو اس گڑھے کے اندر گاڑ دیا جاتا تھا، پھر ایک آرا لے کر اس کے سر پر رکھ کر چلایا جاتا تھا جس سے اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے لیکن مجال ہے کہ یہ تکالیف ومصائب اس کو اپنے دین سے پھیر دیں اور کبھی لوہے کی کنگھیوں سے اس کے گوشت کو ہڈیوں سے ادھیڑ دیا جاتا تھا، لیکن یہ تکالیف بھی اس کو دین سے نہیں پھیر سکتی تھیں، خدا کی قسم! یہ امر (اسلام) ضرور پورا ہو کر رہے گا حتی کہ عنقریب (ایک ایسا زمانہ آئے گا) ایک سوار صنعاء سے موت کا سفر کرے گا مگر اس کے دل میں سوائے خوف خداوند کریم کے اور اپنی بکریوں کے بارے میں بھیڑیے کے خوف کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، لیکن تم بہت جلدی مچا رہے

ہو۔ اس طرح مسلمان کے ایمان کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ حضرت مصعب بن سعد رضی الہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: لوگوں میں سے سب سے زیادہ کون شخص مصیبت میں مبتلا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کرام سب سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہیں، پھر وہ لوگ جو انبیاء کرام کے بعد فضیلت والے ہیں: ''ثم الأمثل فالأمثل'' جو آدمی دین کے اعتبار سے جتنا مضبوط ہوتا ہے، اسی اعتبار سے اس کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

لہٰذا جو شخص دین میں جتنا مضبوط ہوگا اس کی آزمائش اتنی ہی سخت ہوگی اور جو دین میں جتنا کمزور ہوگا اس کی آزمائش اتنی ہی کمزور ہوگی۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے پوچھا تم نے کس حالت میں صبح کی؟

انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اس حالت میں صبح کی کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ کے ایمان کی کیا علامت ہے؟ انہوں نے عرض کیا، ہم لوگ مصائب پر صبر کرتے ہیں اور اللہ کے فیصلے پر راضی ہوتے ہیں۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، رب کعبہ کی قسم! تم لوگ پکے اور سچے مومن ہو۔

ان احادیث مبارکہ میں ان مسلمانوں کے لیے کافی سامان تسلی موجود ہے جن کو معاشی تنگ دستی اور افلاس نے پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ایسے ہی بعض سادہ لوح غریب مسلمان اپنی اس فقر وفاقہ ارو افلاس کی حالت کو دیکھ کر اور کفار کی ظاہری شان وشوکت اور زرق برق زندگی کو دیکھ کر طرح طرح کے شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر شیطان بھی ان کی اس تنگ حالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے دلوں میں ایسے ایسے وساوس ڈالتا ہے کہ جس سے، معاذ اللہ، اللہ کی تقدیر پر دل میں شکایت کا بیج اگنا شروع ہو جاتا ہے، پھر بسا اوقات یہ کفر کی طرف لے جاتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''كاد الفقر ان يكون كفرا'' لیکن اگر مسلمان سوچے تو ان پریشانیوں کی حقیقت نہیں ہے، کیوں کہ زیادہ سے زیادہ تکلیف یہ ہو سکتی ہے کہ زیادہ بھوک کی وجہ سے انسان کو تڑپ تڑپ کر موت آجائے لیکن اگر ایمان سلامت رہا تو پھر بھوک کی وجہ سے۔ موت کا آنا کوئی غم نہیں۔ اس فقر وفاقہ پر صبر کی وجہ سے من جانب اللہ ایسے ایسے انعامات سے نوازا جائے گا کہ ''ما لا عين رأت، ولا اذن سمعت، ولا خطر على قلب بشر'' کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھے ہیں، نہ کسی کان نے سنے ہیں اور نہ ہی کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔ پھر دنیا کے تمام مصائب کا احساس ختم ہو جائے گا۔ جیسا کہ رسول الہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: روز محشر ان لوگوں میں سے جن کے لیے جہنم میں جانے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔ (ان میں) سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا کے اندر تمام زندگی راحت وآرام اور عیش وعشرت میں گزاری ہوگی۔ تکالیف ومصائب کبھی اس کے پاس سے بھی نہیں گزرے ہوں گے۔ اس کو دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کیا تو نے زندگی کے اندر کوئی خوشی دیکھی ہے؟ وہ عرض کرے گا اے میرے رب! تیری ذات کی قسم! نہیں، بالکل نہیں!

پھر ان لوگوں میں سے جن کے لیے جنت میں جانے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا، ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا کہ جس نے اپنی تمام زندگی مصائب وآلام اور پریشانیوں اور غم میں گزاری ہوگی، راحت وخوشی کبھی اس نے دیکھی بھی نہ ہوگی، اسے لا کر جنت کے اندر ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے اپنی زندگی کے اندر کوئی غم، کوئی مصیبت، کوئی پریشانی دیکھی ہے؟ وہ عرض کرے گا، اے میرے رب! تیری ذات کی قسم! میرے قریب سے بھی کوئی پریشانی نہیں

گزری۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان کی کتنی قدر و منزلت ہے! اس لیے اگر کوئی مسلمان مصیبت زدہ ہے، اس پر کوئی آزمائش آن پڑی ہے، یا اسے معاشی تنگ دستی نے پریشان کیا ہوا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ ان مصائب اور تکالیف پر اور طرح طرح کی پریشانیوں پر صبر کرے۔

صبر کا دامن کبھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ اللہ کی رضا اور تقدیر کو دل وجان سے تسلیم کر کے اس پر راضی رہے اور اللہ نے مفلس مسلمان کے لیے اپنے ہاں جو انعامات تیار کر رکھے ہیں ان کی امید رکھے ان شاء اللہ دنیاوی زندگی بھی سکون کے ساتھ گزرے گی اور آخرت میں بھی انعامات سے نوازا جائے گا۔

دنیا کی ہر مصیبت فانی ہے، دنیا تو ہے ہی مسلمان کے لیے قید خانہ اور قید خانہ تکالیف ومصائب سے عبارت ہے۔ قید خانہ میں اپنی من چاہی زندگی نہیں گزاری جاتی اس میں مصائب اور نہ چاہتے ہوئے بعض مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے صبر تو بہر حال کرنا ہی ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصائب وآرام کے ختم ہونے کی مدت عند اللہ متعین ہے، لہٰذا مصائب کے ختم ہونے تک صبو کرنا چاہیے۔ اگر وقت سے پہلے چیخنا، چلانا، واویلا کرنا شروع کر دیا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، جیسے کسی مرض کا مادہ جب کسی عضو پر اتر آتا ہے تو وہ لوٹ نہیں سکتا، اس لیے اس کے اثرات کے ختم ہونے تک صبر کرنا ضروری ہوگا۔ مصائب کے جلدی ختم ہونے کا مطالبہ کرنا جب کہ اس کی مدت متعین ہے، نفع بخش نہیں ہے، اگر چہ دعا بھی مشروع ہے اور نفع اسی سے ہو سکتا ہے لیکن دعا کرنے والے کو عجلت سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ صبر او ر دعا کے ذریعے بندگی اختیار کرے اور اپنے آپ کو حکیم مطلق کے حوالے کر دے، ان گناہوں کو ترک کرنے کی کوشش کرے جو مصائب کا سبب بن سکتے ہیں، اگر مسلمان ان باتوں پر عمل کریں اور ان کو اختیار کریں تو ان شاء اللہ مصائب ومشکلات اور پریشانیاں آسان ہو جائیں گی۔

■■■

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔ سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔ یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرما دیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

شیخ احمد بن عبدالعزیز الحمیدان

عفت وعصمت کی دنیا

حجاب کی پابندی سے آزادی حاصل کرنے کے نت نئے انداز

زمانے میں گردش کرنے والی جتنی بھی آوازیں اور تحریکیں رائج ہیں، ان میں سے سب سے بڑا خطرہ اور تشویش ناک آواز حجاب کی پابندی کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے، بے پردگی کی یہ ترغیب ہر شہر میں عورتوں کو فریب دینے کے لئے نت نئے انداز سے پیش کی جا رہی ہے، کبھی اس کو آزادی کا نام دیا جاتا ہے تو کبھی مغربی تمدن سے مطابقت کی پر کشش ترغیب دی جاتی ہے تو کبھی نادر اور غیر معتبر آرا کی بیساکھی استعمال کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو فریب دیا جاتا ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہٹ دھرمی کی روش اختیار کرتے ہوئے براہ راست نصوص شرعیہ کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، یا انہیں اپنے صحیح معنوں سے ہٹا کر اپنی من پسند رائے کے مطابق ڈھال دیا جاتا ہے، نصوص شرعیہ کو مسخ کرنے کا ایک انداز یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی حکم مخصوص احوال اور مخصوص افراد کیلئے مختلف نوعیت کا حامل ہوتا ہے اور وہی حکم عمومی حالات میں منفرد نوعیت اختیار کر لیتا ہے لیکن یہ جدت پسند ٹولہ قیود وشرائط کو محو کر کے اس حکم کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے کی سازش کرتا ہے۔

یہ موہی بازگشت علمی مباحث کے سامنے ٹھہرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی بلکہ ذلت وخواری کا شکار ہو کر بھاگتے ہی بن پڑتی ہے۔

ہمیں ان سے کوئی خطرہ نہیں، حق وصداقت تو واضح اور روشن ہوتا ہے اور باطل شکست خوردہ ہی ہوتا ہے، یقیناً صبح کا دل کش نظارہ کرنے کے لئے سر کی دو آنکھیں بصارت سے لبریز ہونی ضروری ہیں، ایسے ہی حق کی صداقت کا مشاہدہ کرنے کے لئے دل کی آنکھ کا بصیرت سے منور ہونا از حد ضروری ہے۔

شاعر کہتا ہے: اگر صبح کے وجود کے لئے بھی دلیل کی ضرورت ہو تو پھر اس ناکارہ ذہن میں کسی بات کو صحیح سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہو سکتی۔

بے حجابی اور فحاشی کے داعیان کا معاملہ واضح تر ہے، ان کا فریب اہل حق کے نزدیک اظہر من الشمس ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تمہیں معاف فرما دیں اور جو لوگ خواہشات نفسانیہ کی پیروی کرنے والے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں حق اور طاعت کے راستے سے بہت زیادہ بھٹکا دیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کی اتباع کرنے والے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں حق سے بہت دور لے جائیں، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی حکم کردہ باتوں سے منحرف ہو کر ان کی نافرمانی پر اتر آؤ اور پھر نفس پرستی میں انہی نفس پرستوں کے مشابہ ہو جاؤ۔''

حجاب کے فضائل

مسلمان خاتون کے لئے یہی دل کش ترغیب کافی ہے کہ شرعی حجاب کی پابندی کے ذریعے وہ اللہ جل جلالہ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع وفرما

بردار شار ہوگی، اور اس میں دو جہان کی ایسی سعادت وکامیابی پوشیدہ ہے، جس کی نظیر نہیں مل سکتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا درحقیقت وہ بڑی کامیابی سے سرفراز وکامران ہوگا۔''

مزید برآں یہ کہ مسلمان خاتون پردے کی حدود کی رعایت کرنے کی برکت سے بے پردگی وفحاشی کے اس عظیم گناہ سے محفوظ رہ سکتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن سکتا ہے اور یقیناً اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دارین کی تباہی وبربادی کا پیش خیمہ، گمراہی کا زینہ اور ذلت کا راستہ ہے، چنانچہ سورہ احزاب میں ارشاد خداوندی ہے:

''جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ درحقیقت کھلی گمراہی میں پڑنے والا ہوگا۔''

سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی، سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔''

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا:

''انکار کرنے والا کون؟

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص میری اطاعت کرنے والا ہوگا، جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا البتہ وہ انکار کرنے والا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میری تمام امت قابل معافی ہے، سوائے اعلانیہ گناہ کرنے والوں کے۔''

اس حدیث کے تناظر میں ذرا غور فرمائیں کہ جو مسلمان خاتون بے پردہ ہوکر اپنے محاسن کھلے عام ظاہر کرتی ہے اور فتنہ وفساد کا ذریعہ بنتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی کھلے عام نافرمانی کی مرتکب ہوکر حدیث میں مذکورہ عقاب وعذاب کی مستحق بن رہی ہے۔

اس بے پردہ خاتون کا علی الاعلان گناہ نہایت سنگین نوعیت کا ہے کیونکہ جب یہ بے پردہ ہوکر اجنبی مردوں کے سامنے نکلتی ہے تو ہر آنے جانے والا اسے دیکھتا ہے، اس کے محاسن گویا ان کی نگاہوں کی سرکشی اور ہوس پوری کرنے کی آماجگاہ اور مرکز بن کر رہ جاتے ہیں، اسی خطرے اور سنگینی کی وجہ سے اللہ رب العزت نے حکم فرمایا ہے: ''مستورات پچھلی جاہلیت کے طرز پر بے پردہ ہوکر (باہر) نہ نکلیں۔''

مسلم خاتون شرعی حجاب کے ذریعہ سے فتنہ وفساد کے راستے میں ایک ایسی دیوار اور آہنی باڑھ حائل کردیتی ہے، جس کی بدولت مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد کو سر اٹھانے کا راستہ نہیں ملتا، بصورت دیگر زہر آلود نگاہوں کو دعوت نظارہ دینے والی بے حجابی معاشرے میں فتنہ وفساد کا ذریعہ بنتی ہے یہی نگاہ ابلیس ملعون کا سب سے پہلا وار ہوتا ہے، جس کے ذریعے وہ مسلمانوں کو راہ حق سے پھسلا دیتا ہے اور ان کو ہلاکت کے اندھے کنویں میں دھکیل دیتا ہے، اسی فتنہ وفساد کی سرکوبی کے لئے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

''آپ مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو (نامحرم پر پڑنے سے) نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔''

توجہ طلب بات ہے کہ اللہ رب العزت نے عفت کی حفاظت سے پہلے نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ گویا اس میں اشارہ ہے کہ سب سے پہلے نظر آلودہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ دل شکار ہوجاتا ہے، جس سے عفت خطرے میں پڑ جاتی ہے، جیسے بخار موت کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

عربی شاعر کہتا ہے: ''کیا تم نے غور نہیں کیا کہ نگاہیں دل کے روگ کا ذریعہ ہیں، جہاں نگاہیں چار ہوئیں وہاں دل لگ گیا۔

اور مسلمان عورت اپنے شرعی حجاب

کی بدولت اور اپنی زینت کو حکم خداوندی کے مطابق پوشیدہ کرنے کی برکت سے اجانب سے آزاد ہوجاتی ہے اور کسی انسانی شکل میں بھیڑیئے کی دست درازی سے محفوظ ہوجاتی ہے۔

عربی شاعر کہتا ہے:

پہلے نگاہ پڑتی ہے پھر مسکراہٹ ہوتی ہے اور پھر سلام پھر بات چیت ہوکر نوبت ملاقات تک پہنچ جاتی ہے۔

ایک اور عربی شاعر کہتا ہے:

نگاہ کی آلودگی کے ذریعے مصیبت کے دروازے کھولنے والے، باز آجا کیوں کہ اس ایک مرتبہ کی بدنگاہی سے مدتوں کی حسرت ویاس کا توشہ ملے گا۔

آداب حجاب اور اس کی شرعی قیود

شریعت مطہرہ نے جس قسم کا پردہ ایک مسلمان خاتون کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کی بنیادی اور اہم حکمت یہ ہے کہ مسلم خاتون کو ہر قسم کی اجنبی نگاہوں سے اس انداز سے محفوظ ومامون بنادیا جائے کہ اس پر جب بھی کوئی نگاہ ڈالی جائے تو ایک مستعد پہرے دار درمیان میں حائل ہوکر جانبین کو فتنے اور فساد سے امن فراہم کررہا ہو۔ اس حکمت کو اللہ رب العزت یوں بیان فرمارہے ہیں: ''یہ (پردے کی پابندی) نہایت موزوں ومفید ہے اس لحاظ سے کہ وہ پہچانی نہ جاسکیں تاکہ ایذا رسانی سے محفوظ رہ سکیں۔''

نصوص شرعیہ میں غور اور تدبر کے بعد یہ وضاحت ہوتی ہے کہ شرعی پردے کے سلسلے میں تین امور نہایت بنیادی اور خاص اہمیت کے حامل ہیں:

پہلا- حجاب (برقعے، اوڑھنی) مسلم خاتون کے تمام وجود کو مکمل طور پر پوشیدہ کررہا ہو۔

دوسرا- اجنبی نگاہوں کے التفات ومیلان کا مرکز ہرگز نہ بن رہا ہو۔

تیسرا- حجاب میں کسی بھی طرح ان عورتوں سے مشابہت نہ پائی جارہی ہو کہ جن کی مشابہت سے اللہ بزرگ وبرتر نے منع فرمایا ہے۔

اب ہم ان مذکورہ اجمالی آداب کی مختصر تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں:

پہلا ادب:- حجاب مسلم خاتون کی مکمل پوشیدگی کا ذریعہ ہو

دراصل حجاب کی خوبی یہ ہونی چاہئے کہ وہ گھریلو لباس سے ممتاز ہو کیونکہ گھر میں استعمال ہونے والے کپڑے اس کے وجود کو مکمل طور سے ڈھانپتے نہیں ہیں بلکہ وہ تو طبیعت کو مائل کرنے والے ہوتے ہیں، جسم کو مزین وآراستہ کرتے ہیں، بخلاف حجاب کے کیونکہ وہ ہر قسم کی جھانک تانک سے مانع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو طہارت وپاک دامنی کا راستہ بتاکر گویا اس کے وجود کو عفت وپاک بازی کی جیتی جاگتی ریاست بنادیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے نبی جی! آپ اپنی ازواج مطہرات صاحب زادیوں اور ایمان والوں کی گھر والیوں سے فرمادیجئے کہ وہ اوڑھنیاں اپنے اوپر اوڑھ لیں وہ ان کو پہچانے جانے سے بچائے گا، تاکہ انہیں ایذا نہ پہنچائی جاسکے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم والے ہیں۔''

گویا یہ آیت مذکورہ واضح تر دلیل ہے کہ مستورات کا نامحرم مردوں سے پردہ کرنا فرض ہے بلکہ آیت میں برقعے کے استعمال کا طریقہ بھی بیان فرمادیا گیا ہے کہ چہرے سمیت تمام بدن چھپالیا جائے لہٰذا برقعے کے سوا کچھ نظر نہ آسکے۔

امام سیوطی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آیت مذکورہ میں سر اور چہرے کے ڈھانپنے کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔''

لسان العرب میں ابن منظور رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

''جلباب: اوڑھنی، اس سے مراد وسیع چادر ہے جو تمام بدن پر حاوی ہوجائے۔ امام قرطبی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسی چادریں جو دوپٹے کے اوپر اوڑھی جائے تاکہ اوپر سے نیچے تک تمام بدن کو پوشیدہ کردے یعنی عورت اسے اس

طرح پھیلا کر اوڑھے کہ چہرے سمیت تمام جسم چھپ جائے۔"

ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس آیت میں نبی محترم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنی محترم ازواج مطہرات، صاحب زادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیں کہ وہ باندیوں کی مشابہت اختیار نہ فرمائیں، جو اپنے بالوں اور چہروں کو کھول کر گھروں سے باہر نکلا کرتی تھیں، بلکہ وہ اوڑھنیوں کو ڈال کر نکلا کریں تاکہ فاسق ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کر سکیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد تمام صحابہؓ جو مسجد میں موجود تھے اس حکم کے نفاذ اور عمل درآمد کیلئے دوڑے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ارشاد فرماتی ہیں:

آیت مذکورہ کے نزول کے بعد انصار کی عورتیں اس طرح گھروں سے نکلیں کہ ان کے سروں پر سیاہ چادروں کی اوڑھنیاں اس طرح ڈالی ہوئی تھیں، گویا ان کے سروں پر سیاہ کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مستورات کو بغرض حاجت گھروں سے نکلتے ہوئے سروں کے اوپر سے چہروں سمیت اوڑھنی ڈالنے کا حکم فرمایا ہے، وہ صرف ایک آنکھ (راستہ دیکھنے کیلئے) ظاہر کر سکتی ہیں۔

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانیؒ سے جلباب (اوڑھنی) کی تفسیر معلوم کی تو انہوں نے ایک بڑی چادر سے اپنا سر، چہرہ اور جسم ڈھانپ کر دکھایا، صرف ایک آنکھ کھلی چھوڑ دی۔ حضرت محمد بن کعب القرظیؒ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آزاد مسلمان عورتوں کو باندیوں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے کہ وہ اپنا چہرہ ڈھانپ کر رکھیں سوائے ایک آنکھ کے۔"

تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت کو صحابہ کرامؓ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ چند اقوال مفسرین ملاحظہ فرمائیے:

تفسیر کشاف میں ہے: "آیت مذکورہ جس میں اوڑھنیاں ڈالنے کا حکم دیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آزاد مسلمان عورتیں حشمت وجاہت کے ساتھ باہر نکلیں، اس کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے چہروں، سروں کو چادر وغیرہ سے ڈھانپ کر نکلیں تاکہ کسی کو نفسانی ہوس کا موقع نہ مل سکے۔"

اللہ رب العزت نے عفت کی حفاظت سے پہلے نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ گویا اس میں اشارہ ہے کہ سب سے پہلے نظر آلودہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ دل شکار ہوجاتا ہے، جس سے عفت خطرے میں پڑ جاتی ہے، جیسے بخار موت کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

بعض حنفی علماء فرماتے ہیں:

"آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ چادر کے ذریعے اپنے چہرے اور جسم کو چھپا لیں اور کھلے بندوں باہر نہ نکلیں جس طرح باندیاں نکلتی ہیں تاکہ فساق اور فجار انہیں اذیت نہ پہنچا سکیں۔ آیت میں اشارہ ہے کہ عورتیں اپنی حفاظت کریں اور اپنے حقوق کو پہنچانیں۔ اس کا ذریعہ عفت و پاک دامنی ہے۔ آیت میں ان عورتوں کی قدر و منزلت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب وہ وقار کے ساتھ، چھپی چھپائی، سمٹی سمٹائی باہر نکلیں گی تو ان کی شان و شوکت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ دراصل نیک عورت کا زیور اور حسن وجمال اللہ کا خوف، قناعت،

عفت اور ہر قسم کی تہمت والی جگہ سے اجتناب کرنے میں ہے۔"

ابن عطیہ اندلسی مالکی اور امام قرطبی مالکیؒ فرماتے ہیں: "جب کہ عرب عورتوں کی روش یہ تھی کہ حجاب کو ہلکا سمجھ کر چہرے کھول کر باندیوں کی طرح باہر نکل جایا کرتی تھیں تو اللہ رب العزت نے انہیں برقعے ڈال کر نکلنے کا حکم صادر فرمادیا، تاکہ ان کی بے پردگی بھی نہ ہو، مزید یہ کہ آزاد عورت اور باندی کے درمیان فرق بھی نمایاں ہو جائے۔"

ابوحیان اندلسیؒ فرماتے ہیں:

"امام سندی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عورت ایک آنکھ کھول کر پیشانی اور باقی چہرے کو چھپالے اور فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں (علیھن) یعنی (ان پر) سے مراد (چہروں پر) اوڑھنی ڈالنے کا بیان ہے کیونکہ جاہلیت میں ظاہر ہونے والا عضو یہی چہرہ ہوا کرتا تھا۔

آیت کی مذکورہ تفاسیر دیگر مفسرین سے بھی منقول ہے، جن میں امام بیضاوی شافعیؒ (انوار التنزیل) امام قمی شافعیؒ (غرائب القرآن) علامہ واحدی شافعیؒ (الوسیط) شامل ہیں۔

علامہ ہنداویؒ فرماتے ہیں:

"مفسرین کے اقوال کے پس منظر میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آیت مذکورہ میں اوڑھنیاں ڈالنے سے مراد چہرے کو چھپا کر ایک آنکھ ظاہر کرنے کا حکم ہے، چنانچہ فرضیت نقاب کے سلسلے میں یہ قرآن کریم سے نہایت کافی شافی دلیل ہے۔"

قرآن کریم کی دوسری آیت کا بیان: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "جب تم (مردوں سے خطاب ہے) ان عورتوں سے کسی ضرورت کے متعلق سوال کرو تو تمہیں چاہئے کہ پردے کے پیچھے سے سوال کرو اس طرز عمل میں تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کا سامان ہے۔"

آیت مذکورہ واضح تر دلیل ہے کہ عورتوں کو مردوں سے مکمل پردے اور حجاب کا حکم دیا گیا ہے کہ ان کے وجود کا کوئی بھی حصہ آدمیوں کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو، چنانچہ اس میں فواحش ومنکرات سے یکسر حفاظت کا بندوبست ہے۔ آیت مذکورہ جس طرح ازواج النبی کے پردے سے متعلق ہے اسی طرح دیگر مسلمان خواتین میں بھی حجاب کا وہی سبب یعنی دلوں کی پاکیزگی کا حصول پایا جاتا ہے، لہٰذا ان کیلئے بھی حجاب لازم ہوگا۔

مذکورہ طہارت قلبیہ کے حصول میں نہایت معین ومددگار امر یہ ہے کہ معاشرے میں حجاب کی پاس داری کا اہتمام اس انداز سے ہو کہ عورتوں کے اعضائے بدن میں سے کوئی عضو ظاہر نہ ہو کہ جس کی طرف میلان ہو سکے، اس باطنی طہارت کو اسلامی معاشرے میں رواج دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مستورات کو مکمل پردے کا حکم دیا ہے۔

رئیس المفسرین ابن جریر رحمہ اللہ، علامہ آلوسی حنفی اور علامہ قرطبی مالکیؒ نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں قریب قریب یہ فرمایا ہے:

"مسلمان مرد و عورت کو شیطانی وساوس سے محفوظ کرنے کیلئے اور ہر طرح سے فتنہ وفساد کے سد باب کیلئے بغرض حاجت رابطے کے دوران پردے کی آڑ حائل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کسی بھی صورت میں اس درمیانی حجاب سے سر مو انحراف کی گنجائش نہیں سوائے اس کے کہ کوئی چارہ کار نہ ہو، مثلاً گواہی دینے کے وقت عورت کو دیکھنے کی حاجت ہو، شدید بیماری کی صورت میں خاتون ڈاکٹر دستیاب نہ ہونے پر مرد ڈاکٹر کے سامنے بقدر ضرورت حجاب اٹھایا جاسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔"

آیت مذکورہ سے متعلق ایک اہم وضاحت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے علامہ شنقیطیؒ فرماتے ہیں:

"اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ آیت مذکورہ میں حجاب کی پابندی کا حکم صرف ازواج النبی اور نبی کی صاحب زادیوں کو ان کی حشمت وعظمت کی پاس داری کی غرض سے دیا جارہا ہے، دیگر مسلمان

عورتیں اس خطاب سے مستثنیٰ ہیں تو ہم عرض کریں گے کہ امت کی دیگر مسلمان عورتیں پاکدامنی اور عفت و پاکبازی میں ان باوقار اور باعزت و عظمت مستورات جنہیں ازواج مطہرات اور بنات طاہرات سے موسوم کیا جاتا ہے کہ اقتدا اور پیروی کرنے کی خواہش مند ہیں یا نہیں؟ یقیناً اس کا جواب اثبات میں دیا جائیگا تو ہم عرض کریں گے جس طرح ان کے حصول عفت کیلئے اور فساد سے اجتناب کیلئے حجاب کا حکم دیا جارہا ہے اسی طرح پیروی کرنے والیوں کو بھی دیا جائیگا۔"

تبرج (ظاہر کرنا) اس کے لغوی معنیٰ ہیں کسی بھی چیز کو ظاہر کرنا اور بلند کرنا، اسی لئے نامحرم مردوں کے سامنے اپنے محاسن ظاہر کرنے والی خاتون کو "متبرجہ" کہا جاتا ہے، ابن منظور نے لسان العرب میں فرمایا: "تبرج سے مراد عورت کا اپنے چہرے کو ظاہر کرنا ہے۔"

بحرالمحیط میں مقاتل بن حیانؒ فرماتے ہیں:

"تبرج سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنے چہرے اور جسم کو پوشیدہ نہ کرے، بلکہ اپنے محاسن ظاہر کرے۔"

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ چہرہ حسن و جمال کا مرکز ہوا کرتا ہے جبھی تو شاعروں کی شاعری کسی حسین چہرے کی رعنائیوں کو گنگنارہی ہوتی ہے، ادیب پرکشش چہرے کی مدح سرائی کرتے نظر آتے ہیں، کیا کوئی عقلمند یہ سوچ سکتا ہے کہ آیت کریمہ میں عورت کو اظہار زینت سے منع کیا جارہا ہو اور اس کا مصداق جسم کے پوشیدہ اعضاء تو ہوں اور وہ حصہ جسم جو مرکز حسن و جمال ہے وہ اس آیت کا مصداق نہ ہو اور یہ خیال کرلیا جائے کہ اجنبی مردوں کے سامنے چہرے کھولنے کی ممانعت نہیں ہے؟"

مستورات میں سے ایسی عمر رسیدہ خواتین جن کی طرف نکاح کیلئے مرد رغبت نہ کرتے ہوں پس ان پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے برقعے اتار دیں، اس حالت میں کہ کسی قسم کی زینت و آرائش کا اظہار نہ کررہی ہوں مگر (تقویٰ کے اعلیٰ مقام کا لحاظ کرتے ہوئے) حصول عفت اور بہتری اسی میں ہے کہ اوڑھنیاں لیں۔"

ابن مسعود، ابن عباس اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

"ان پر گناہ نہیں ہے اس میں کہ وہ برقعہ اتار لیں۔"

یہی قول مجاہد، سعید بن جبیر، ابو الشعثاء، ابراہیم نخعی اور حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے۔

ربیعۃ الرائےؒ آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایسی بوڑھی عورتیں جنہیں دیکھ کر مرد کترائیں اور ان کی طرف قطعاً میلان نہ ہو اس کیلئے اجازت دی جارہی ہے کہ وہ اوڑھنیاں اتار لیا کریں تو مضائقہ نہیں مگر جن بوڑھی عورتوں میں بھی حسن و جمال موجود ہو اور ان کی طرف رغبت ہوسکتی ہو ان کا معاملہ وہی حجاب والا ہے یعنی ان کیلئے گنجائش نہیں ہے۔

ابن سیرینؒ کی صاحب زادی حفصہ کے بارے میں عاصم الاحول رحمۃ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ برقعہ اوڑھے نقاب لگائے تشریف فرماتھیں، ہمارے استفسار پر انہوں نے وضاحت فرمائی کہ ہاں! میری جیسی بوڑھی خواتین کیلئے برقعے اتارنے کی گنجائش تو ہے لیکن آیت کے آخر میں اعلیٰ درجہ کے حصول کے لئے گنجائش کے باوجود برقعہ پہننے کی طرف اشارہ بھی تو مذکور ہے، پس میں اسی پر عمل پیرا ہوں۔

ابن منیر مالکی اور علامہ شنقیطیؒ فرماتے ہیں:

"رغبت و میلان کی کشش نہ ہونے والیوں کو رخصت کے بجائے عزیمت اور اعلیٰ معیار کی ترغیب دی جارہی ہے، چنانچہ خود ہی سمجھ لینا چاہئے کہ جوان اور حسن و جمال سے آراستہ مستورات کے لئے کس قدر اور اہتمام کے ساتھ حجاب کا حکم، اگیا ہوگا

() () ()

حافظ حلیم شاہ

عفو و درگزر

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دین فطرت ہے، جس میں انس و جن کے لئے ہدایت و رہنمائی موجود ہے، رب کائنات نے انسانوں کی ہدایت و کامیابی اور کامرانی کے لئے مختلف ادوار میں مختلف انبیاء علیہم السلام کو بھیجا، تاکہ وہ انسانوں کو خالق کائنات کے واضح احکامات بتلائیں، تمام انبیائے کرام نے اللہ رب العزت کی رضا مندی کے حصول کے طریقے تمام انسانوں کو بتلادیئے، اب جنہوں نے ان عظیم ہستیوں کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق اپنی زندگی کے شب و روز بسر کئے تو رب ذوالجلال نے ان لوگوں کے لئے جنت کی سند جاری کردی اور قرآن کریم میں ان لوگوں کا تذکرہ ﴿اولـــئك هــم الــراشــدون﴾ کے مسحور کن الفاظ سے فرمایا۔ آج دنیا میں جس قدر فساد نظر آرہا ہے اس کی بنیادی وجہ رب کریم کے احکامات اور انبیائے کرام کی تعلیمات سے اعراض کرنا ہے، آج مسلمانوں نے اخوت، بھائی چارے اور عفو و درگزر جیسے بہترین اصولوں کو چھوڑ دیا ہے، آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو محمدی کہہ کر پکارتے ہیں، مگر حقیقی محمدی ہی نہیں بلکہ حقیقی محمدی وہ ہیں، جنہوں نے محمدی اصولوں کے مطابق اپنی زندگی کو سنوارا ہے۔ ہمارے نبی پاک خاتم النبیین سید المرسلین سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جتنی تکالیف دی گئی ہیں اتنی تکالیف کسی کو نہیں دی گئیں۔ حتیٰ کہ بعض انبیائے کرام کو آریوں سے چیرا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، لیکن پھر بھی ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ دین کی سربلندی کی خاطر سب سے زیادہ تکالیف میں نے اٹھائی ہیں۔ یہاں تک کہ مجلسوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاقیں دی گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے سے روکا گیا، آپ کو مجنون کہا گیا، آپ علیہ السلام کو اللہ جل شانہ نے خاتم النبیین ورحمۃ للعالمین وسید المرسلین بنا کر بھیجا، اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شان عطا فرمائی تھی رب کائنات نے ایسی عزت و عظمت کسی کو نہیں دی۔ لیکن پھر بھی فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف کردیا اور ﴿لا تثـريـب عليكم اليـوم﴾ کے مبارک الفاظ سے سب کے لئے معافی کا اعلان فرمادیا۔ آج ہمارا حال اس کے بالکل برعکس ہے، معافی اور درگزر کا تصور ہمارے ذہنوں اور سینوں سے ختم ہوچکا ہے، ہم چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیتے ہیں، کسی سے معافی مانگنا تو ہم اپنی مروت کے خلاف سمجھتے ہیں رب ذوالجلال کی قسم! آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کے مقابلے میں ہماری کوئی حیثیت نہیں، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من تواضع لله رفعه الله" کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و خوشنودی کے لئے عاجزی و انکساری اختیار کرے گا تو اللہ جل شانہ اس کو بلند کرے گا اور کسی شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے:

مٹادو اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہو
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان ناراضگی پیدا ہوئی تو حضرت حسین نے

حضرت حسن کو خط لکھا کہ آپ مجھ سے بڑے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اسی طرح بڑے رہیں تو آپ مجھ سے معافی مانگ لیں، ورنہ میں معافی مانگ لوں گا اور میں بڑا ہوجاؤں گا۔ تو حضرت حسن نے فوراً معافی مانگ لی۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ عفو و درگزر، ایثار و قربانی جیسے بہترین اصولوں کو تمام معاشرے میں عام کردیں تو ساری دنیا امن ومحبت کا گہوارہ بن جائے گی:

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر
جب تک آپس میں سچی محبت نہ کریں
تو اس وقت تک ہم سچے مومن نہیں ہوسکتے،

اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاتدخلون الجنة حتی تومنوا ولا تومنوا، حتی تحابوا" کہ تم جنت میں داخل نہیں ہوسکتے، جب تک تم مومن نہ بن جاؤ اور تم مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ اولا ادلکم علی شی اذا فعلتموہ تحاببتم؟ افشوا السلام بینکم" پھر فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتادوں جب تم اس کو اختیار کروگے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ اور وہ چیز یہ ہے کہ آپس میں سلام کو عام کرو۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ ایک دوسرے کی لغزشوں، کوتاہیوں کو معاف کردیں اور سلام کو عام کریں اور جب ہم اس کو اختیار کریں گے تو آپس میں محبت پیدا ہوجائے گی اور ہم سچے مومن بن جائیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے تمام لوگوں میں زیادہ اچھے اخلاق وعادات والے تھے، اگر ہم اپنی زندگی کو دنیا میں کامیاب کرنا چاہتے ہیں اور آخرت میں سرخ روئی چاہتے ہیں تو ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر چلنا ہوگا، اس لئے کہ کامیابی اسی میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو آپ علیہ السلام کے طریقوں پر چلنے والا بنادے:

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ .... کا .... بقیہ

ایک بار لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ تین چیزوں میں نحوست ہے، عورت، گھوڑا، اور گھر میں حضرت عائشہؓ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ نبیؐ مسجد نبوی میں تقریر فرما رہے تھے ابوھریرہؓ ذرا دیر میں پہونچے وہ حضورؐ کی بات کا آخری حصہ سن سکے۔ پوری بات یوں ہے کہ حضورؐ نے یوں فرمایا تھا، یہود کہتے ہیں کہ نحوست تین چیزوں میں ہے، عورت میں، گھوڑے میں، گھر میں۔

ایک بار حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور کچھ صحابہؓ اس طرح روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا، "إن المیت یعذب ببکر اھلہ" ترجمہ مردے پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، پہلے تو حضرت عائشہؓ نے قرآن کی اس آیت کی تلاوت فرمائی، "ولا تزر وازرة وزر أخریٰ" ترجمہ کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا پھر فرمایا اصل واقعہ یوں ہے کہ ایک بار حضورؐ جا رہے تھے راستہ میں ایک یہودی عورت کا جنازہ ملا، مردہ عورت کے عزیز واقارب اسکی محبت میں رو پیٹ رہے تھے، آپؐ نے یہ سب دیکھ کر فرمایا یہ روتے ہیں اور اس پر (مردہ پر) عذاب ہو رہا ہے، اور فرمایا ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے، لوگوں کو بات سمجھ میں آگئی کہ عورت پر عذاب اسکے شرک کیوجہ سے ہو رہا تھا، اسطرح کی بے شمار احادیث اور روایات ہیں، جن میں حدیث کے اصل مفہوم اور اسکے مغز سے حضرت عائشہؓ نے امت کو آشنا کیا، طوالت کے خوف سے صرف تین ہی مثالوں پر اکتفا کیا گیا۔

●●●

محترم ابن الامیر رحمت اللہ

صفوة الوضوء

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ایک خشک ٹہنی کو پکڑ کر حرکت دی تو اس کے تمام پتے جھڑ گئے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان! کیا پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ جی بتادیجئے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان وضو کرتا ہے اور اچھی طرح کرتا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے گرجاتی ہیں، جیسے یہ پتے گرے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی ایک آیت ﴿واقم الصلوٰة طرفی النھار وزلفا من اللیل...... ﴾ تلاوت فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے "قائم کرو نماز کو دن کے حصوں میں اور رات کے کچھ حصہ میں بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں گناہوں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت والوں کیلئے۔

اس سے معلوم ہوا جب آدمی نمازیں اچھی طرح پڑھے اور وضو اچھی طرح کرے تو وہ گناہوں سے مذکورہ مثال کی طرح پاک صاف ہوجاتا ہے۔ لہٰذا وضو کو اچھا کرنے کیلئے کچھ باتیں رقم قرطاس کی جارہی ہیں۔

فرائض وضو

(۱) منہ دھونا (پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے لے کر دوسرے کان کی لو تک) (۲) دونوں بازؤں کو کہنیؤں سمیت دھونا (۳) دونوں پاؤں ایڑیوں سمیت دھونا (۴) سر کے چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

سنن وضو

(۱) بسم اللہ پڑھنا (۲) نیت کرنا (۳) دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا (۴) مسواک کرنا (۵) کلی کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) ڈاڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا (۸) ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا (۹) سارے سر کا مسح کرنا (۱۰) تمام وضو ترتیب کے ساتھ کرنا (۱۱) متواتر (مسلسل) کرنا یعنی ایک عضو دھونے کے بعد دوسرا عضو بغیر وقفہ کے دھونا۔

مستحبات وضو

(۱) وضو سیدھی طرح سے شروع کرنا (۲) گردن کا مسح کرنا۔

مکروہات وضو

(۱) پانی زیادہ بہانا (۲) پانی میں انتہائی کمی کرنا (۳) منہ پر تیزی سے چھینٹے مارنا (۴) وضو کے دوران دنیاوی بات چیت کرنا (۵) بغیر عذر کے دوسرے سے مدد لینا (۶) نئے پانی سے سر کا مسح کرنا۔

آداب وضو

(۱) اونچی جگہ بیٹھنا (۲) قبلہ کی طرف رخ کرکے بیٹھنا ۳۰) چھوٹی انگلیوں کو کانون کے سوراخ میں گھمانا (۴) انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو اس کو ہلانا (۵) داہنے ہاتھ سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنا اور الٹے ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۶) وضو کے بعد کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھنا (۷) وضو سے بچا ہوا پانی پینا ۸۰) دعائے ماثورہ پڑھنا، جو کہ ذکر کی جارہی ہے۔

کلی کرتے وقت کی دعا "بسم اللہ

ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار" اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سونگھا، جہنم کی بد بو سے دور رکھ۔

منھ دھوتے وقت کی دعا" بسم الله اللہ بیض وجھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ" اے اللہ! میرا چہرہ اس روز روشن ومنور فرما جس دن بعض چہرے روشن اور بعض کالے ہوں گے۔

داہنا ہاتھ دھوتے وقت کی دعا" بسم اللہ اللھم اعط کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا" اے اللہ! مجھے میرا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دینا اور مجھ سے حساب آسان لینا۔

بائیں ہاتھ دھوتے وقت کی دعا "بسم اللہ اللھم لا تعط کتابی بشمالی ولا من وراء ظھری" اے اللہ! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیجئے گا میرے بائیں ہاتھ میں۔

سر کا مسح کرتے وقت کی دعا" بسم اللہ اللھم اظلنی تحت ظل عرشك یوم لا تظل عرشك" اے اللہ! مجھے اپنے عرش کے سائے میں رکھنا جس روز کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے تیرے سائے کے۔

کانوں کا مسح کرتے وقت کی دعا "بسم اللہ اللھم اجعل من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنة" اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر جو تیری بات کو کان (غور) لگا کر سنتے ہیں اور پھر عمدہ اور اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔

گردن کا مسح کرتے وقت کی دعا "بسم اللہ اللھم اعتق رقبتی من النار" اے اللہ میری گردن کو جہنم سے آزاد فرما۔

داہنا پیر دھوتے وقت کی دعا" بسم اللہ اللھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تنزل الاقدام" اے اللہ میرے قدم پل صراط پر قائم رکھ جب کہ لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔

بایاں پیر دھوتے وقت کی دعا" بسم اللہ اللھم اجعل ذنبی مغفورا وسعیی مشکورا وتجارة لن تبور" اے اللہ میرے گناہ معاف فرما اور میری کوشش مشکور فرما اور میری تجارت ایسی فرما جو کبھی تباہ نہ ہو۔

وضو کرنے کے بعد کی دعا" اللھم اجلعنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین" اور اگر برتن (لوٹا وغیرہ) میں پانی بچ گیا ہو تو اس کو پی لیں۔

اور یہ دعا فرمائیں "اللھم اشفنی بشفاك وداونی بدوائك واعصمنی من الوھن والامراض والاوجاع" (فضائل اعمال)

وضو سے گناہ دُھل جاتے ہیں

حضرت عثمانؓ بن عفان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا تو اس کے جسم سے تمام خطائیں نکل جائیں گی حتیٰ کہ ناخن کے نیچے سے بھی (مسلم) دوسری روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا جس طرح میں کر رہا ہوں، اور آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اس طرح وضو کیا تو اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور اس کا مسجد میں جانے اور نماز ادا کرنے کا ثواب علیحدہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مومن وضو کرتے وقت اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اس کی آنکھوں کی تمام خطائیں جن سے اس نے دیکھا ہے پانی کے ساتھ، یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہیں، پھر جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کی تمام خطائیں جو اس کے ہاتھوں سے سرزد ہو چکی ہیں پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہیں، پھر وہ پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کی تمام خطائیں جو اس نے ان سے چل کر کی تھیں پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔

محترم سید جلال الدین عمری

نماز کی حکمت و معنویت

بارہویں صدی ہجری کے امام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ احکام شریعت کے متعلق بعض اوقات یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان میں کوئی حکمت اور مصلحت نہیں ہے۔ ان میں اور ان کی جزا میں کوئی مناسبت یا تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔ ان کی نوعیت بس ایسی ہے، جیسے کوئی مالک اپنے غلام کی اطاعت اور فرمانبرداری کا امتحان لینا چاہے۔ اس کے لئے وہ اسے کوئی پتھر اٹھانے یا کسی درخت کو چھونے کیلئے کہے۔ اس کا فائدہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ غلام تعمیل حکم کرے تو اسے جزا اور خلاف ورزی کرے تو اسے سزا دی جائے۔

فرماتے ہیں: شریعت کے بارے میں یہ ایک فاسد خیال ہے، سنت اور اجماع خیر القرون سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ اگر اعمال کے پیچھے کوئی حکمت نہیں ہے تو ان کا دارومدار انسان کی نیت اور اس کی نفسیاتی کیفیت پر کیوں ہے؟ جس جذبہ کے تحت اعمال انجام دیئے جاتے ہیں، شریعت میں اس کا اعتبار ہے اس کی بنیاد پر اسے رد یا قبول کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے نماز کی مثال دی ہے کہ وہ اللہ کے ذکر اور اس سے مناجات کیلئے شریعت میں رکھی گئی ہے۔ نماز کا ایک مقصد یہ بھی بیان ہوا ہے کہ وہ آدمی کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور اس کے مشاہدہ کے قابل بناتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اپنے رب کو جلد ہی (آخرت میں) اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھتے ہو اور بغیر شک وشبہ کے دیکھتے ہو۔ اس کیلئے اس بات کا اہتمام کرو کہ فجر اور عصر کی نماز چھوٹنے نہ پائے۔

اس طرح کی متعدد مثالوں سے حضرت شاہ صاحب نے ثابت کیا ہے کہ خود قرآن وحدیث میں بہت سے احکام شریعت کی حکمت اور دنیا اور آخرت میں ان کے فوائد وثمرات کا ذکر موجود ہے۔ اس لئے یہ سوچنا صحیح نہیں ہے کہ یہ بے فائدہ اعمال ہیں۔ ان کے پیچھے کوئی حکمت نہیں۔ شاہ صاحب نے اپنی بے نظیر کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اسی کو موضوع بنایا ہے اور احکام شریعت کی بڑی گہری حکمتیں بیان کی ہیں۔

احکام شریعت میں نماز سب سے پہلا اور سب سے اہم حکم ہے یہاں خود قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی معنویت، حکمت، زندگی سے اس کے تعلق اور اس کے اثرات کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی جائے۔

کائنات حالتِ نماز میں ہے

یہ ساری دنیا، یہ زمین وآسمان اور ان میں پائی جانے والی تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تسبیح وتہلیل میں لگی ہوئی ہیں۔ یہ ان کی نماز ہے۔

﴿الم تر ان اللہ یسبح له من فی السموات والارض والطیر صٰفات کل قد علم صلاته وتسبیحه واللہ علیم بما یفعلون﴾

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ ساری چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر

پھیلائے (فضاؤں میں دوڑتے پھرتے ہیں)، ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح سے واقف ہے اور اللہ جو کچھ وہ کررہے ہیں، اس سے باخبر ہے۔"

لیکن مخلوقات عالم کی تسبیح اور نماز کو انسان سمجھ نہیں سکتا۔

﴿تسبح له السموٰت السبع والارض ومن فيهن وان من شيء الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم انه كان حليما غفورا﴾

"تسبیح کرتے ہیں اس کی ساتوں آسمان اور زمین اور ان کے درمیان پائی جانے والی مخلوقات، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو۔ بے شک اللہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔"

انسان جب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا اور نماز پڑھتا ہے تو پوری کائنات سے ہم آہنگ ہوجاتا ہے۔ اس کی آواز کائنات کے ہر گوشے سے اٹھنے والی صدائے عبودیت سے مل جاتی ہے۔ ترک نماز کے بعد اس کا راستہ الگ ہوجاتا ہے۔ ساری دنیا جس خدا کی حمد وثنا اور تسبیح میں زمزمہ سنج ہے، وہ اس سے غفلت اور بے خبری کی زندگی گزارتا ہے۔ انسان، اللہ تعالیٰ کی عظمت وتقدس کا انکار اور اس کی حمد وثنا سے انحراف کرکے دو ہی رویے اختیار کرسکتا ہے۔ یا تو اس سے خودسری کی راہ اپنائے گا یا اس کے سوا کسی دوسرے کے گن گانے لگے گا۔ یہ دونوں ہی رویے کائنات کے مزاج اور خود اس کی فطرت کے خلاف ہیں، جو سر خدا کے سامنے سجدہ ریز نہ ہو، ذلت اور پستی اس کا مقدر ہے، خدا جسے عزت سے محروم کردے، اسے عزت ورفعت کوئی عطا نہیں کرسکتا۔ آج اس حقیقت کو جو سمجھنا چاہے، آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ قیامت کے روز تو یہ آنکھوں کے سامنے ہوگی۔

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی (اس کو سجدہ کرتے ہیں) اور بہت سے وہ ہیں، جن پر عذاب کا فیصلہ ہوچکا ہے، جسے اللہ رسوا کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے، بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

انسان اللہ تعالیٰ کو خالق ومالک ماننے اور اس کے سامنے سربسجود ہونے سے انکار کرتا ہے تو اس وسیع وعریض کائنات کی صحیح اور معقول توجیہ نہیں کرپاتا۔ اس کا دل ودماغ، اس کا مشاہدہ وتجربہ، اس کا ضمیر اور اس کی نفسیات کوئی بھی چیز اس کا ساتھ نہیں دیتی۔ وہ بہت سی معلوم حقیقتوں کو نظر انداز کرکے کائنات سے تعلق قائم کرتا اور فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کے اس غلط رویہ کی بنا پر یہ وسیع کائنات اسے اپنے اندر سے نکال کر باہر پھینک نہیں دیتی۔ بلکہ ایک وقت خاص تک اسے جینے اور اس کی نعمتوں کے بے پناہ ذخائر سے استفادے کا موقع دیتی ہے اور انسان خدا سے بغاوت کے باوجود اس بھری کائنات سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن یہ کسی صالح اور شریف انسان کا فائدہ اٹھانا نہیں بلکہ ایک محروم اور غلط کار کا فائدہ اٹھانا ہے۔

نماز انسان کو وہ عظمت عطا کرتی ہے، جس سے بڑی عظمت کوئی اور نہیں ہے۔ نماز کے ذریعہ وہ اس پوری کائنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس میں لگ جاتا ہے، زمین اور آسمان خوشی خوشی اس پر اپنے خزانے کھول دیتے ہیں۔ وہ اسے اس کا جائز حق دار سمجھتے ہیں، وہ ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور مزید نعمتوں کے دروازے اس پر کھلنے لگتے ہیں۔ وہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے کی حیثیت سے پاتا ہے اور آخرت کی کامیابی کا یقین دنیا کی اس زندگی کو اس کیلئے بامعنیٰ اور بامقصد بنادیتا ہے۔

نماز اللہ کا ذکر ہے

دین کی روح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد انسان کے دل میں بسی رہے، وہ اس کے سامنے جھک جائے اور اس کی اطاعت اور بندگی میں زندگی گزارے۔ اس کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ نماز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے پہلی بار خطاب فرمایا تو ارشاد ہوا: **﴿اننی انا الله لا اله الا انا فاعبدني واقم الصلوٰة لذكري﴾**

بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

آیت میں پہلے اس حقیقت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے، اسی کی عبادت کرنی چاہئے، اس کے فوراً بعد نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا اور بتایا گیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ رہتی ہے۔ اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے، جو آدمی کو اس کی عبادت اور بندگی کی راہ پر ہمیشہ قائم رکھتی ہے اور کبھی اس سے منحرف ہونے نہیں دیتی۔

آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا تصور اس کے دل میں جاگ اٹھتا ہے، اس کی عظمت اور بزرگی کا احساس اس پر چھا جاتا ہے، وہ دست بستہ اس کی حمد وثنا کرتا ہے، اس کا کلام پڑھتا ہے، اس کے احکام وہدایات پر غور کرتا ہے، اس کے روبرو جھکتا ہے، اس کے در پر پیشانی ٹیک دیتا ہے، اس سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہے، اس کے عتاب وعقاب سے پناہ مانگتا ہے، اس کا وجود اس کی پکڑ کے تصور سے لرزتا بھی ہے اور ساتھ ہی وہ اس کی رحمت وعنایت کا امیدوار بھی ہوتا ہے۔ جو شخص بار بار اس پر عمل کرے اور دن میں کئی بار اللہ کے دربار میں حاضر ہوکر اپنے بندہ ہونے کا اعتراف کرے، وہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوسکتا۔ اس کے اندر اللہ کی یاد رچ بس جائے گی۔

انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے، وہ کفر وشرک کا رویہ چھوڑ کر اس کے انعامات واحسانات کا شکر بجالاتا ہے، تو اللہ کی رحمت خاص اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اس پر مزید انعام واکرام ہونے لگتا ہے۔ اس وجہ سے ہدایت کی گئی ہے: **﴿فاذكروني اذكركم واشكروا لي ولا تكفرون﴾**

"پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔"

اب دیکھئے اللہ کے ذکر سے غافل ہونے اور اسے بھول جانے کے کیا نقصانات ہیں؟ قرآن مجید میں بار بار یہ حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش کردے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے فراموش کردیتا ہے۔ اس کے بعد انسان فسق وفجور اور معصیت کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ایمان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے اور اس کے نفاق میں مبتلا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ چنانچہ منافقین کے بارے میں کہا گیا: **﴿نسوا الله فنسيهم ان المنافقين هم الفاسقون﴾** "وہ اللہ کو بھول گئے اور اللہ بھی انہیں بھول گیا۔ بے شک منافقین ہی نافرمان ہیں۔"

ایک اور موقع پر فرمایا کہ خدا فراموشی انسان کو خود فراموش بنادیتی ہے۔ انسان خدا کو بھول کر اپنی ذات سے بھی غافل ہوجاتا ہے۔ اسے اپنے نفع نقصان اور سود وزیاں تک کی فکر نہیں رہی۔ اس سے بچنے کی ہدایت ہے: **﴿ولا تكونوا كالذين نسوا الله فانساهم انفسهم اولئك هم الفاسقون﴾** "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ، جنھوں نے اللہ کو بھلادیا تو اللہ نے ان کو ان کے نفوس سے غافل کردیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کو بھولنے یا فراموش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے انکار یا اس کے احکام سے بے نیازی کا رویہ اختیار کرے، اس کی ہدایت اور تعلیمات کو اس طرح نظر انداز کردے جیسے وہ اس کیلئے نہیں کسی دوسرے کیلئے ہیں۔ ان سے اعراض اور روگردانی کو اپنے لئے تباہ کن سمجھنے کی جگہ اسے کامیابی کا ذریعہ تصور کرنے لگے۔ آدمی کا اپنے آپ

کو بھلا دینا یہ ہے کہ اسے اپنی حیثیت یاد نہ رہے۔ اس کا ذہن اس تصور ہی سے خالی ہو جائے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور ایک دن اسے اس کے سامنے حاضر ہونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ اس کے بعد آدمی فسق وفجور کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ اس سے کوئی چیز اسے بچا نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے زور دے کر فرمایا کہ یہی لوگ فاسق ہیں۔

اسی طرح جو شخص اللہ کو بھول جائے، اس کے دین اور اس کی ہدایات کو مذاق کا موضوع بنالے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے اور جسے یہ یاد نہ رہے کہ ایک روز جزا بھی ہے، جس میں اسے اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی، تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بھی اسے فراموش کردے گا، وہ اس کے لطف وعنایت سے محروم ہوگا۔ وہ جہنم میں اس طرح پڑا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم اس کی طرف نہ ہوگی۔

﴿الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا وغرتھم الحیوۃ الدنیا فالیوم ننسٰھم کما نسو لقاء یومھم ھذا وما کانوا بآیتنا یجحدون﴾

''وہ لوگ، جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنالیا تھا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ آج ہم ان کو فراموش کردیں گے، جس طرح انہوں نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کردیا تھا اور جس طرح وہ ہماری آیات کا انکار کررہے تھے۔''

اگر آدمی یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے، اس کی یاد سے غافل نہ ہو تو اسے شب وروز تضرع اور آہ وزاری کے ساتھ اس کی رحمت کو آواز دی ہوگی۔ اس کیلئے پورے اہتمام کے ساتھ نماز کی پابندی ضروری ہے۔ یہ اللہ کے ذکر کا بہترین اور موثر ترین ذریعہ ہے۔ اس سے غفلت کے پردے چاک ہوں گے۔ اور اللہ کی یاد دل کو گرماتی رہے گی۔

﴿واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیۃ ودون الجھر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغفلین﴾

''اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو، گڑگڑاتے اور ڈرتے ہوئے اور ہلکی آواز میں صبح وشام اور غافلوں میں سے مت ہوجاؤ''

اللہ تعالیٰ سے غافل انسان کے لئے نماز سے زیادہ کامیاب اور کارگر کوئی دوسرا نسخہ نہیں ہے۔''

نماز سے تزکیہ ہوتا ہے

نماز سے انسان کو تزکیہ کی دولت ملتی ہے۔ تزکیہ یہ ہے کہ آدمی مادی اور روحانی گندگی سے پاک ہو، کفر وشرک سے اجتناب کرے، معصیت سے دامن کش رہے اور اخلاق وکردار، تقویٰ وطہارت خدا خوفی کی صفات سے خود کو آراستہ کرلے اس طرح تزکیہ ہر طرح کی آلائشوں سے پاک ہوکر اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کا نام ہے۔ اس کے برعکس اگر آدمی کفر وشرک اور معصیت کے دلدل میں پھنسا رہے، اپنے اندر اعلیٰ اوصاف نہ پیدا کرے، اللہ نے اس کے اندر جو خوبیاں رکھی ہیں، انہیں ابھرنے نہ دے اور پستی ہی میں پڑا رہے تو یہ اپنے ساتھ زیادتی ہے، یہ شخصیت کو کچلنا اور ختم کرنا ہے، یہ خسران اور تباہی کی راہ ہے۔ اسی کا ذکر ان آیات میں ہے: ﴿قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا﴾

''بے شک کامیاب ہوگیا وہ جس نے اس کا تزکیہ کیا اور ناکام ہوگیا، وہ جس نے اسے دبادیا''

اس کا مطلب یہ ہے کہ تزکیہ دنیا اور آخرت کی فلاح کا ضامن ہے۔ آدمی کا مطلوب کا پالینا اور نامطلوب سے محفوظ رہنا فلاح ہے ایک اور موقع پر اس کی راہ بتائی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿قد افلح من تزکّٰی وذکر اسم ربہ فصلّٰی﴾ ''بے شک فلاح پاگیا وہ جس نے اپنا تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کا نام لیا، پھر نماز پڑھی۔''

بقیہ صفحہ......40 پر

مفتی محمد راشد حسین ندوی

سوال وجواب

سوال:- نماز استخارہ کس نماز کو کہتے ہیں؟ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:- استخارہ کے لفظی معنیٰ خیر طلب کرنے اور چاہنے کے ہیں۔ نماز استخارہ اس نماز کو کہتے ہیں، جو کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے اس غرض سے پڑھی جاتی ہے کہ معلوم کیا جائے کہ یہ کام کرنا بہتر ہوگا یا نہیں؟ حدیث شریف میں اس کی رغبت دلائی گئی ہے، جہاں تک اس کے طریقہ کا تعلق ہے تو حضرت جابرؓ کی حدیث تفصیل سے اس کی وضاحت ہے، فرماتے ہیں: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاموں میں ہمیں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے، جس طرح ہمیں قرآن کی سورت سکھاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی (اہم) کام کا ارادہ کرے تو فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دعا پڑھے:

"اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک فضلک العظیم، فانک تقدر ولا اقدر، وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب، اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی ومعیشتی (ومعاشی) وعاقبۃ امری فاقدرہ لی ویسرہ فی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدرلی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ"

(اے اللہ! میں آپ سے خیر چاہتا ہوں بوجہ آپ کے علم کے اور آپ سے قدرت طلب کرتا ہوں، بوجہ آپ کی قدرت کے، اور آپ سے آپ کے فضل عظیم کا طالب ہوں، اس لئے کہ آپ قادر ہیں، میں قادر نہیں ہوں، اور آپ جانتے ہیں میں ناواقف ہوں، آپ غیب کو جاننے والے ہیں، یا اللہ اگر آپ کے علم میں ہو کہ یہ کام (اس جگہ اس کام کا دھیان کرے، جس کے لئے استخارہ کررہا ہے) میرے لئے میرے دین، دنیا اور انجام کار میں بہتر ہے تو اس کو میرے لئے مقدر کردیجئے اور آسان کردیجئے، پھر اس میں میرے لئے برکت رکھ دیجئے اور اگر آپ کے علم میں ہو کہ یہ کام میرے لئے برا ہے میرے دین دنیا اور انجام کار میں تو اس کو مجھ سے ہٹادیجئے، اور مجھ کو اس سے پھیر دیجئے، اور بھلائی جہاں بھی ہو اسے میرے لئے مقدر فرمادیجئے، پھر مجھ کو اس سے راضی رکھئے۔ (ترمذی، کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی صلاۃ الاستخارۃ)

ممکن ہے ایک دفعہ نماز پڑھنے ہی سے کسی طرف میلان اور شرح صدر ہو جائے اگر نہ ہو تو سات دن تک یہی عمل دہرائے، انشاء اللہ کام کی اچھائی یا برائی معلوم ہوجائے گی کبھی خواب کے ذریعہ، کبھی دل کے میلان اور شرح صدر کے ذریعہ، استخارہ کی دو رکعتوں میں کوئی خاص سورۃ متعین نہیں ہے، لیکن پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنا بہتر ہے۔ (شامی ۱/۵۰۷)

سوال:- ہندہ کا انتقال ہوگیا اس کا شوہر بھی حیات ہے اور بھائی بھی اس صورت میں کفن دفن کا خرچ کس کے ذمہ ہوگا؟

جواب:- صورت مسئولہ میں تجہیز و تکفین کے مصارف شوہر کے ذمہ ہوں

گے۔ (شامی ۱/۶۳۹)

سوال:- مؤذن صاحب اذان فجر میں ''الصلاۃ خیر من النوم'' کہنا بھول گئے، بعد میں انہوں نے پوری اذان پھر سے دی، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ مؤذن کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، شرعی مسئلہ کیا ہے؟

جواب:- اگر اذان کے درمیان ہی یاد آجائے تو مؤذن کو چاہئے تھا کہ جو کلمہ چھوٹ گیا تھا وہاں سے آخر تک کے کلمات کہہ کر اذان پوری کرتا، بعد میں یاد آیا تھا تب بھی غلطی درست کر کے آخر تک کے کلمات کا اعادہ کرنا چاہئے تھا، پوری اذان دہرانے کی ضرورت نہیں تھی اور اگر کافی وقت گزر جانے کے بعد اس کا پتہ چلا تھا تو اذان دہرانا ضروری نہیں تھا۔

(ہندیہ ۱/۵۶)

سوال:- نماز باجماعت ہو رہی تھی، اگر کسی وجہ سے اس کے اعادہ کی نوبت آجائے تو اقامت دوبارہ کہی جائیگی یا نہیں؟

جواب:- صورت مسئولہ میں بلا تاخیر نماز شروع کرے تو اقامت پھر سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے، پہلی اقامت کافی ہے، اور اگر تاخیر ہوگئی ہے تو اقامت دوبارہ کہے۔

(شامی ۲۹۴، ۲۹۵)

سوال:- جس عورت کے یہاں ولادت ہوئی ہو کیا اس کے نفاس کی مدت چالیس دن ہیں اگر اس سے پہلے خون بند ہوجائے تو نماز روزے اور صحبت کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:- نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت متعین ہے یعنی چالیس یوم کم سے کم مدت متعین نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی عورت چالیس دن گزرنے سے پہلے ہی پاک ہوجائے یعنی خون آنا بند ہوجائے تو وہ غسل کر کے نماز اور روزے کی ادائیگی کرے گی، اگر ولادت کا پہلا موقع ہے تو صحبت بھی درست ہے، لیکن اگر پہلے بھی ولادت ہوئی تھی اور پہلے اس بار سے زیادہ مدت تک خون آیا تھا اور اس مرتبہ اس سے پہلے خون بند ہو گیا ہے تو صحبت کی اجازت نہیں ہوگی، بہت سی عورتیں چالیس دن سے پہلے نماز پڑھنا شروع نہیں کرتی ہیں خواہ پاک ہی کیوں نہ ہو جائیں تو شرعاً یہ غلط بات ہے، اور ایسا کبھی کیا ہو تو ان ایام کی نمازوں کی قضاء لازم ہے۔

(ہندیہ ۱/۳۷، ۳۹)

سوال:- ایک مولوی صاحب کہہ رہے تھے کہ گھر میں عورتوں کے ساتھ مرد جماعت بنا کر نماز پڑھ سکتا ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب:- مسجد میں جماعت ہوگئی یا شرعی عذر کی بنا پر مسجد میں نہ جاسکے تو گھر میں بیوی والدہ بہن وغیرہ کے ساتھ با جماعت نماز ادا کرسکتا ہے، لیکن دھیان رہے کہ اگر ایک عورت بھی مقتدی ہو تب بھی اسے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے، مرد کے برابر کھڑی ہو تو نماز درست نہیں ہوگی۔

(رحیمیہ ۳/۴۰)

سوال:- بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی، ابھی اس کی عدت ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ زید نے اس سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح معتبر ہے یا نہیں، عدت کے بعد عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:- عدت میں کیا ہوا نکاح معتبر نہیں ہے، عدت میں نکاح کرنا حرام ہے، اگر دونوں راضی ہوں تو جب عدت گزر جائے تو دوبارہ نکاح کریں، عدت میں کئے ہوئے نکاح سے عورت اس کی بیوی نہیں ہوتی ہے لہٰذا زید اس کا حقدار نہیں ہوا۔ اور اگر ہندہ چاہے تو بجائے زید کے عدت گزرنے کے بعد کسی اور مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔

(رحیمیہ ۳/۱۳۰ بحوالہ التعلیق المجد ص ۱۹۳)

سوال:- مرغی کے سر پر پتھر لگ گیا، جس سے وہ بالکل بے حال ہوگئی، فوراً اس کو ذبح کرلیا گیا، ذبح کرنے سے خون نکلا لیکن حرکت محسوس نہیں ہوئی تو اس مرغی کو کھاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:- کھاسکتے ہیں۔

(شامی ۵/۲۱۷)

○○○

خالد محمود

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

اسلام قبول کرنے والے نوجوان، عبدالواحد کی ایمان افروز داستان

زیر نظر داستان ایک سکھ نوجوان کے قبل اسلام کی ہے، جسے بعدِ ازاں بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر اس کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہیں آئی، خالد محمود نے اس نوجوان کی داستان دلچسپ انداز میں قلم بند کی ہے، مصنف خود بھی عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، ۱۹۸۵ء میں ایک رات انہوں نے ایک ایسا خواب دیکھا جس نے انہیں اسلام کی جانب مائل کیا، وہ ابتداء میں چھپ چھپ کر روزے رکھنے لگے، نماز نہیں آتی تھی مگر سیکھی اور پڑھنا شروع کی، ۱۹۸۸ء میں انہوں نے باقاعدہ بیعت کی اور اسلام قبول کرنے کی سند بھی حاصل کرلی، اسلام قبول کرنے سے پہلے مصنف کا نام پوئیل کندن تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اترنے والا الہامی کلام جب زبانِ نبوت سے لازوال الفاظ کی خوب صورت شکل اختیار کر کے اندھیروں میں گھری مخلوق کے سامنے آیا تو وہاں انسانی زندگی کا ایسا ضابطۂ حیات مرتب ہوا کہ رہتی دنیا اس سے استفادہ کرتی رہے، اور اس کی روشنی میں ذرہ بھر کمی نہ آئے۔

صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی جو لوگ ضمیر کی آواز پر لبیک کہہ کر دین اسلام کے سایۂ عاطفت میں پناہ گزیں ہو رہے ہیں، ایسے مبارک لوگوں کی زندگیاں ہم جیسے نام نہاد مسلمانوں کے لیے اپنا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کے مترادف ہیں، آئیں ہم بھی اپنا بھولا ہوا سبق ایک ایسے شخص کو سامنے رکھ کر یاد کرنے کی کوشش کریں جسے دین اسلام کی روشنی نے غیر معمولی اور باصلاحیت انسان بنادیا ہے۔

۱۵/ اکتوبر ۱۹۷۳ء کے دن سکھ مذہب سے تعلق رکھنے والے ایک شخص ''کاشی رام'' کے گھر ایک پیارے بچے نے آنکھ کھولی، جس کا نام ''سندرداس'' رکھا گیا، سرگودھا کے قصبہ ''دودہ'' کی سرزمین پر سندرداس بھی عام بچوں کی طرح پلنے بڑھنے لگا، قدم ذرا شعور کی دہلیز تک آئے تو یہ بچہ بھی گاؤں کے دیگر بچوں کے ساتھ اسکول جانے لگا۔ جب اپنے تعلیمی سال کے چھٹے ساتویں مرحلہ میں یہ بچہ آیا تو باوجود اس کے کہ مذہب کے بنا پر اسلامیات کے پیریڈ میں اس کی ''حاضری'' ضروری نہیں تھی، مگر یہ بچہ اپنے دیگر ہم جماعت طلبہ کے ساتھ اسلامیات کے پیریڈ میں حاضر ہوتا اور اس پیریڈ میں جہاں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک زندگی کے تذکرہ آتے، دیگر مسلمان بچوں سے بھی زیادہ ذوق وشوق سے سنتا اور تنہائی میں غور وخوض کرتا، پھر اسکول کے احاطے میں نمازِ ظہر کا اہتمام باجماعت ہوتا تو یہ بچہ اسکول کے درختوں سے ٹیک لگائے، مسلمانوں بچوں کے رکوع وسجود کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتا۔ یہ رشک جب عشق میں بدلا تو یہ بچہ نویں جماعت کا طالب علم اور شعور کی کئی چھوٹی بڑی منزلیں طے کر کے لڑکپن میں آچکا تھا۔ ۱۹۸۸ء میں جمعۃ المبارک کے دن اس لڑکے نے مولانا محمد عمر فاروق

صاحب رحمہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرلی۔ اس کا اسلامی نام عبدالواحد رکھا گیا۔ اپنے گھر اور خاندان والوں میں قبول اسلام کا یہ فیصلہ سندرداس نے اکیلے کیا تھا، لہٰذا قبول اسلام کے بعد گھر اور خاندان والوں کے تشدد اور ممکنہ عتاب کی وجہ سے ہم راز مسلمان دوستوں اور اسلامیات کے استاد رانا شمشیر صاحب کے مشورے سے فیصلہ ہوا کہ عبدالواحد سابق سندرداس فی الحال اپنے قبول اسلام کو گھر والوں سے کچھ عرصے کے لیے خفیہ رکھے اور قبول اسلام کے اظہار یا اعلان کے لیے کسی مناسب وقت کا انتظار کیا جائے۔

اب عبدالواحد گھر اور خاندانوالوں سے چھپ چھپ کر نمازیں پڑھنے اور دیگر فرائض وواجبات ادا کرنے کا سلسلہ شروع کرتا ہے، مگر عبدالواحد کے یہ قیام اور رکوع گھر اور خاندان والوں سے زیادہ دیر چھپے نہ رہ سکے، کبھی یہ نماز پڑھتا ہوا اپنے بڑے بھائی کستوری لال کی نظروں میں آیا تو کبھی بڑی خالہ نے اسے مسلمانوں والی نماز پڑھتے دیکھ لیا۔

عبدالواحد کی اسلامی زندگی کا پہلا رمضان آیا تو یہاں بھی اس نے گھر والوں کی نظروں سے بچنے کی کوشش کی، عیدالفطر والے دن اس کے گھر والوں کو کوئی یہ بتا کر چلا گیا کہ ”تمہارے بیٹے نے آج عیدالفطر کی نماز ادا کی ہے۔“ جب نو مسلم عبدالواحد دن کا نصف حصہ اپنے ہم راز مسلمان دوستوں کے ساتھ گزار کر اپنے گھر پہنچا تو اس کے گھر والوں نے کہا کہ آج دن کا نصف تم نے کہاں گزارا جب کہ ایسے موقعوں پر تم گھر ہوا کرتے ہو، پہلے تو عبدالواحد اس پوچھ گچھ پر حیران ہوا، پھر ادھر اُدھر کے جوابات دے کر بات ٹال گیا۔

اب اس کے گھر والے اس کی خوب خبر اور نگرانی رکھنے لگے، ادھر عبدالواحد بھی دل ہی دل میں اس بات کا فیصلہ کر چکا تھا کہ میٹرک کے نتائج کے بعد وہ اپنے گھر اور گھر والوں کو خیر باد کہہ دے گا۔ میٹرک میں کامیابی کے بعد اس نے گھر والوں کے سامنے مزید تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے سرگودھا جانے کی اجازت مانگی، اجازت مل گئی تو سرگودھا گورنمنٹ کالج میں ایف، ایس، سی میں داخلہ لیا اور شہر میں ایک مسلمان دوست کے گھر میں چند دنوں کے لیے قیام پذیر ہو رہا۔

سرگودھا کی مجسٹریٹ عدالت میں پیش کیا گیا، جہاں مجسٹریٹ اعجاز بلوچ صاحب نے اس سے اس کے سفر کی مکمل روداد سنی اور ضابطے کی کارروائی پوری کردی، اس عدالتی کارروائی کا اعلان برق رفتاری کے ساتھ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، اس بازگشت کی اطلاع دو دہ قصبے میں عبدالواحد کے گھر اور خاندان کو بھی مل گئی۔

اس بازگشت کا ردعمل آنا ابھی باقی تھا۔ عبدالواحد چند دن قیام کے بعد اپنے مسلمان دوست سے اجازت لے کر اگلی راہ پر چل پڑا۔ اب اس کی منزل مولانا محمد فاروق صاحبؒ کے گھر تھا، جن کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کر کے اس نے سندرداس سے عبدالواحد ہونے کا شرف حاصل کیا تھا، مولانا عمر فاروقؒ صاحب کا گھر بار چھوڑ کر آنے والے اس نو مسلم کا دل وجان سے استقبال کیا اور اپنے گھر میں اپنے بچوں کی طرح رکھا، ایف، ایس، سی میں داخلہ لینے والا یہ نو مسلم طالب علم ایف ایس سی کو ایک طرف رکھ کر اب قرآن وحدیث کی مبارک اور منزہ تعلیم کے حصول کا شدید خواہش مند تھا، دوسری طرف اس کے گھر اور خاندان والے غم وغصے کی حالت میں اس کی تلاش میں سرگرداں تھے، وہ اس کو تلاش کرتے ہوئے مولانا کے گھر پہنچ گئے اور ان سے کہا کہ وہ سندرداس کو ان کے حوالے کردیں، ورنہ ہم تھانہ کچہری کریں گے کہ تو نے ہی ہمارے بچے کو ورغلا کر زبردستی مسلمان کیا ہے، جب کہ حقیقت یہ تھی کہ مولانا عمر فاروق نے عبدالواحد

کے گھر از خود اطلاع بھیجی تھی کہ عبدالواحد میرے پاس ہے اور الحمدللہ خیریت سے ہے۔

عبدالواحد کے گھر والوں کی جانب سے مولانا عمر فاروق پر عبدالواحد کو ورغلانے اور اسے زبردستی مسلمان بنانے کا اعتراض آیا، تو اس موقع پر عبدالواحد نے اپنے گھر والوں کو بتایا کہ وہ اپنی رضا اور خوشی سے بہ توفیق الٰہی مسلمان ہوا ہے، میں مر تو سکتا ہوں، دین اسلام کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا، عبدالواحد کے ان دوٹوک الفاظ کے باوجود بھی اس کے گھر اور خاندان کی جانب سے بھرپور کوشش کی جاتی رہی۔

جب اس کے گھر اور خاندان کے لوگوں نے یہ محسوس کرلیا کہ سندرداس اب واپس آنے کا نہیں تو آہستہ آہستہ وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے، اس دوران عبدالواحد کی اسلامی تعلیمات کا سلسلہ بھی جاری وساری رہا، ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم قاری محمد اسلم صاحب سے لی اور درس نظامی کی ابتدائی دو سال کی تعلیم جامعہ نعمانیہ میں مولانا محمد عمر فاروق صاحبؒ سے حاصل کی، مزید درس نظامی کی تعلیم کے لیے وہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد چلا آیا، یہاں سات سال تک علم نبوت کے حصول کا سلسلہ جاری رہا اور ۲۰۰۰ء میں اس نے دورۂ حدیث کی تکمیل کی، اسی سال عبدالواحد اپنے دیگر ہم جماعت طلبہ کے ساتھ کراچی آ گیا اور یہاں کی عظیم روحانی اور علمی درس گاہ جامعہ دارالعلوم کراچی (کورنگی) میں داخلہ لے لیا، یہاں الدعوۃ والارشاد کا دو سالہ تخصص کا کورس ۲۰۰۲ء میں مکمل کیا، پھر ۲۰۰۳ء میں جامعہ دارالعلوم کراچی میں تخصص فی الافتاء (مفتی کورس) میں داخلہ لیا اور اس کورس کے تیسرے سال کا ایک مقالہ بعنوان ”فسخ نکاح: شریعت اور ملکی قوانین کے آئینے میں“ کی تکمیل پر عبدالواحد کو دستار فضیلت بھی عطا کی گئی، عبدالواحد کے تخصص فی الافتاء کا سال سوم تھا کہ اس نے شیخ زید یونیورسٹی کراچی میں پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا۔ یہ تحقیقی کام وہ پروفیسر ڈاکٹر خلیل الرحمٰن صاحب کی زیر نگرانی کر رہا ہے۔

ان سارے علوم کی تحصیل کے دوران ۲۰۰۳ء کے اختتام پر عبدالواحد کی شادی ایک دیندار گھرانے کی نیک سیرت خاتون سے انجام پائی، جو خود بھی دینی علوم کی عالمہ فاضلہ ہے، آئیں، اب میں عبدالواحد کی زندگی کے ایک اور مبارک اور عظیم رخ کی طرف لے چلوں، جب اس نے دین اسلام قبول کیا اور اس کی حقیقی مسرتوں کو اپنے اندر محسوس کیا تو اسی دن سے عبدالواحد کے روپ میں اس کے دل میں یہ جذبہ موجزن ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کی جو حقیقی روشنی مجھے دکھائی ہے۔

اے اللہ! میرے گھر اور خاندان والوں کو بھی اس روشنی سے منور کردے، کیوں کہ یہی حقیقی کامیابی ہے، ایک عرصے تک یہ دعا عبدالواحد کے لبوں پر لرزتی رہی اور پھر یہ دعا بارگاہ الٰہی میں کچھ اس انداز سے قبول ہوئی کہ جو والدین اور بڑے بھائی اس کے مسلمان ہونے پر شدید ناراض اور نالاں تھے، اب اس ناراضگی پر دو تین سال قبل والدین اور بہت بھائیوں کی محبت کا جذبہ غالب آ گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں عبدالواحد کے والدین اور بڑے بھائی بھی اس کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کر کے ایک اللہ کی وحدانیت کا پکا سچا اقرار کر کے مسلمان ہوگئے۔ سبحان اللہ!

آج بھی جب کبھی عبدالواحد سے میری ملاقات ہوتی ہے تو ہمیشہ کی طرح ایک مبارک جملہ اکثر اس کی زبان پر رہتا ہے اور یہ کہ ”حقیقی کامیابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے۔“

میں اکثر سوچتا ہوں کہ کاش! یہ جملہ تمام تر حقیقتوں کے ساتھ ہم تمام مسلمانوں کے قلب وروح میں بھی اتر جائے۔ آمین

●●●

محمد مجیب

ازدواجی زندگی کو پرسکون بنانے کے گر

دنیا کے تمام انسانی رشتوں میں ''رشتہ ازدواج'' ہی وہ واحد رشتہ ہے کہ جس کا آغاز بھی الفاظ یعنی (ایجاب وقبول) سے ہوتا ہے اور اختتام بھی الفاظ (یعنی طلاق وخلع) پر ہوتا ہے اور یہ نہ صرف دو افراد ہے بلکہ دو خاندانوں کے درمیان کا عزت واحترام کا وہ رشتہ ہے، جو اللہ کے نام پر جوڑا جاتا ہے اور یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی بھی ہے اس مختصری تمہید سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انسانی زندگی میں رشتہ ازدواج کتنا اہم اور طالب توجہ ہے اور اگر اس پر اتنی توجہ نہ دی گئی، جس کا وہ متقاضی ہے تو ازدواجی زندگی کو پرسکون نہیں گزارا جاسکتا۔

مشاہدہ ہے کہ عصر حاضر کے نوبیاہتا جوڑے شادی کے اس مقدس بندھن میں بندھنے کے کچھ مہینے تو ہنسی خوشی زندگی گزار لیتے ہیں مگر یہ سلسلہ دیرپا ثابت نہیں ہوتا بلکہ شادی کے دو تین سال بعد ان کی زندگی نیا رخ اختیار کرلیتی ہے شوہر اور بیوی کے مابین پہلی جیسی محبت باقی نہیں رہتی معمولی معمولی باتوں پر جھگڑنا ان کا معمول بن جاتا ہے، جس سے گھریلو سکون غارت ہونے لگتا ہے۔ جب کہ شادی ایک مسرت بھری زندگی کا آغاز ہے، جس کے متعلق ارشاد ربانی ہے کہ ''دیکھو اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے تمہارا جوڑا تمہاری نسل سے پیدا کیا تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور دونوں میں پیار ومحبت ڈال دیا تاکہ چین سے رہو۔'' اور تمہاری عورتیں تمہارے لئے پوشاک ہیں اور تم ان کے لئے پوشاک ہو، یعنی جس طرح بدن اور پوشاک کا بہت قریبی تعلق ہوتا ہے اسی طرح شوہر اور بیوی کا بھی ایک دوسرے کے بغیر گزارا نہیں ہوسکتا۔ پھر جس طریقے سے لباس موسم کی گرمی اور سردی کا احساس ہونے نہیں دیتا ویسے ہی میاں بیوی بھی مصیبتوں میں ایک دوسرے کے لئے ڈھال ومددگار بن جاتے ہیں، جس سے مصیبت کی سختی کا احساس نہیں ہوتا اور جس طرح لباس انسانی جسم کی عزت وآبرو کا محافظ ہے جو عریانی، بے حیائی سے بچاتا ہے اسی طرح شوہر اور بیوی بھی ایک دوسرے کو عریانی، بے حیائی وبدکاری سے بچاتے ہیں اور مختصر یہ کہ جیسا صاف ستھرا پوشاک سے انسان کو فرحت حاصل ہوتی ہے اسی طرح نیک شوہر وخوب سیرت بیوی ایک دوسرے کے لئے فرحت کا باعث بنتے ہیں لیکن فی زمانہ اس مقدس اور اہم رشتہ میں بھی نفرت کی دراڑیں گھر کررہی ہیں، جس کی کئی ایک وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک پر مختصراً روشنی ڈالوں گا۔

قارئین ذرا غور فرمائیں، شادی جیسے مبارک عمل میں ہم لوگوں نے ایسی من گھڑت رسومات کو لازمی کرلئے کہ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان رسومات میں بعض رسومات ایسی ہیں، جو راست شرکیہ رسومات کی تعریف میں آتے ہیں اور ظاہر سی بات ہے کہ جس کام کا آغاز ہی اللہ کے غضب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی خلاف ورزی سے ہو تو اس کا انجام بھی برا ہی ہوتا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ازدواجی زندگی بجائے سکون وآرام میں گزرنے کے مصائب وآلام کی نذر ہوگئی۔

☆ دوسری وجہ یہ ہے کہ رشتہ طے کرتے وقت لڑکی کے مزاج کا مطابق لڑکا اور لڑکے کے مزاج کے مطابق لڑکی کو ترجیح دیں لیکن موجودہ دور میں لوگ لڑکی کے جہیز اور لڑکے کی دولت کو ترجیح دے رہے ہیں جب کہ دولت سے دنیا خریدی جاسکتی ہے لیکن قلبی سکون حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

ازدواجی زندگی کو پرسکون بنانے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

☆ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھیں اور دونوں کو ایک دوسرے کی عزت کا احساس بھی ہونا چاہئے۔

☆ شوہر کا فرض ہے کہ وہ اپنی رفیق حیات کی ہر جائز خواہشات وضروریات کی تکمیل کرے اگر زوجہ کسی بات سے خفا ہوجائے تو اسے نرمی سے سمجھا دینا چاہئے کیونکہ ذرا سی بات پر جھڑکنے اور ڈانٹنے سے تعلق خراب ہوکر محاذ آرائی کی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔

آپ کا فرمان ہے کہ عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو ٹوٹ جائے گی اس اعتبار سے صبر وتحمل سے کام لینا چاہئے۔ مگر صبر وتحمل کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ اپنی شریک سفر کے مکمل غلام بن جائیں۔

☆ اگر عورت میں کوئی خوبی ہو تو اس کی قدر کرنا چاہئے اور اگر کوئی کمزوری ہو تو اسے دور کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

☆ گھریلو معاملات میں بیوی سے بھی مشورہ کریں تاکہ اسے اہمیت کا احساس ہو مگر اس کے مشوروں کو قبول کرنا کوئی ضروری نہیں ہاں البتہ مشورہ درست ہو تو قبول کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں۔

☆ بیوی کی غذا لباس اور صحت کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ اس کے ایمان کی فکر بھی کرنی چاہئے اور دین کے معاملہ میں عورت کو آزاد چھوڑنا گناہ ہے اس سے گھر کی تباہی بھی ہوتی ہے۔ شریک حیات اگر دیندار وپابند شریعت ہو تو اسے آپ کی خوش قسمتی سمجھا اگر نہیں تو اس کو دیندار بنانے کو ممکنہ کوشس کرنا چاہئے، بلکہ ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہوتا ہے۔ اگر ماں ہی دیندار نہ ہو تو وہ اپنی آغوش میں کھلنے والے پھولوں کو کیا خاک دیندار بنائے گی اور اگر نیک بیوی ہو تو اس پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ کیونکہ دنیا میں اس سے بہتر کوئی شے نہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا کی تمام نعمتوں میں بہترین نعمت نیک بیوی ہے۔

''دیکھو اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے تمھارا جوڑا تمھاری نسل سے پیدا کیا تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور دونوں میں پیار ومحبت ڈال دیا تاکہ چین سے رہو۔'' اور تمھاری عورتیں تمھارے لئے پوشاک ہیں اور تم ان کے لئے پوشاک ہو، یعنی جس طرح بدن اور پوشاک کا بہت قریبی تعلق ہوتا ہے اسی طرح شوہر اور بیوی کا بھی ایک دوسرے کے بغیر گزارا نہیں

مندرجہ بالا مشوروں کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں جو ازدواجی زندگی کو پرسکون بنانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

شادی کے بعد زندگی ایک نئے موڑ پر ہوتی ہے، جہاں صبر واستقلال، ہمدردی، جواں مردی ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے شوہر اور بیوی کو بھی چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ باہمی محبت ایک دوسرے پر اعتماد، ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھیں اور ایک دوسرے کی نفسیات کا خیال رکھیں۔

●●●

صالحہ عرشی

مفکر اسلام سید قطب رح

حیات اور کارنامے

سید قطب (۹/اکتوبر ۱۹۰۶- ۲۹/اگست ۱۹۶۶) مصری دانشور، مصنف اور مصری اخوان المسلمین سے وابستہ عالم دین تھے۔ سید قطب ایک مصری دیہات موشا میں پلے بڑھے اور کم عمری میں ہی قرآن کی تعلیم مکمل کی۔ وہاں سے قاہرہ چلے آئے، جہاں انہوں نے ۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۳ء مغربی علوم حاصل کئے اور وزارت عوامی تعلیم میں معلم کی حیثیت سے اپنا کیریئر شروع کیا۔ اپنے کیریئر کے ابتدائی دور میں وہ کچھ عرصہ ادیب اور نقاد بھی رہے اور اشواک (کانٹے) جیسی ناول تحریر کی۔ نجیب محفوظ کو بھی سید قطب نے ہی عالم ادب میں متعارف کروایا تھا۔ ۱۹۳۹ء میں وہ منسٹری آف ایجوکیشن (وزارت المعارف) میں عہدیدار ہوگئے۔ ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء تک سید قطب نے امریکہ کے اسکالر شپ پر کولاریڈو اسٹیٹ کالج آف ایجوکیشن سے تعلیم نظام (ایجوکیشن سسٹم) میں ماسٹرس کی ڈگری حاصل کی۔ قطب کی پہلی تصنیف مذہبی وسماجی تنقید، العدالۃ الاجتماع فی اسلام (اسلام میں سماجی انصاف) ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئی اس وقت وہ بیرون ملک ہی تھے۔

سید قطب نسلی امتیاز اور یوروپی معاشرے میں موجود آزادی سے خائف تھے جس کا انہوں نے قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔ مصر سے واپس آنے کے بعد اپنے ایک مضمون میں قطب نے لکھا تھا کہ امریکی معاشرے کا وسیع پہلو غیر مہذب اور افسوسناک ہے۔ اپنے آباء کے متعلق امریکیوں کے رویہ اور نوجوانوں کی بے راہ روی کو بھی سید قطب سخت ناپسند کرتے تھے۔ امریکہ میں قیام کے سبب ہی انہوں نے مغربی اقدار کو مسترد کیا اور مصر واپسی کے بعد ان کا رجحان اسلام پسندی کی جانب ہوگیا۔ سرکاری عہدے سے مستعفی ہونے کے بعد وہ اخوان المسلمین کے قابل اعتماد قائد بن گئے۔ سید قطب نے جن نظریات کی حوصلہ افزائی کی وہ قطب ازم کہلاتے ہیں۔

جون ۱۹۵۲ء کی بغاوت کے بعد اخوان المسلمین خصوصاً سید قطب کے فری آفیسرس موومنٹ کے ساتھ بہت قریبی تعلقات استوار ہوگئے لیکن جلد ہی الیکشن منعقد کرانے، الکحل پر امتناع عائد کرنے اور مصر میں برطانیہ کی موجودگی کے معاملے میں سخت موقف اختیار کرنے سے حکومت کے انکار کرنے پر ان کے اور حکومت کے مابین اختلافات پیدا ہوئے۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ اخوان کے اسلامی اصول ناصر ازم کے سیکولر نظریات کے برعکس ہیں۔

۱۹۵۴ء میں جمال عبدالناصر کے قتل کی کوشش کے بعد مصر کی حکومت کو اخوان المسلمین کے خلاف کارروائی کا جواز ہاتھ آ گیا اور حکومت کی پالیسیوں کے خلاف آواز اٹھانے پر قطب اور ان کے کئی ساتھیوں کو گرفتار کیا گیا۔ جیل میں سید قطب نے اپنی دو اہم کتابیں تصنیف کیں: (۱) قرآن مجید کی تفسیر فی ظلال القرآن (قرآن کے سایہ میں) (۲) معالم فی التاریخ (سنگ میل) جو سیاسی اسلامی منشور تھا۔

یہ کتابیں سید قطب کے نظریات کی عکاس ہیں، جس میں انہوں نے قرآن مجید، اسلامی تاریخ کی روشنی میں مصر کے سیاسی وسماجی مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ ۱۹۶۴ء کے اواخر میں اس وقت کے عراق

کے وزیر اعظم عبدالسلام عارف کی سفارش پر سید قطب کو جیل سے رہا کیا گیا لیکن آٹھ ماہ بعد اگست ۱۹۶۵ء میں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ ان پر حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کا الزام عائد کیا گیا اور مقدمہ چلایا گیا ان پر لگائے گئے اکثر الزامات معالم فی التاریخ سے ان کی تحریروں سے متعلق تھے قطب نے اپنے بیانات کی حمایت کی۔ اس مقدمہ کا نتیجہ سید قطب اور دیگر چھ افراد کی سزائے موت تھا۔ ۲۹/اگست ۱۹۶۶ء کو سید قطب کو پھانسی دے کر قتل کر دیا گیا۔

نظریہ کی تبدیلی: سید قطب ۱۹۳۰ء میں ایک سیکولر مصلح سے مذہبی انتہا پسندی کی جانب کیسے مائل ہوئے اس سوال کے جواب میں کئی اندازے قائم کئے گئے۔ ایک عام وضاحت تو یہ ہے کہ ۱۹۶۴-۱۹۵۴ء جیل میں انہوں نے حکومت کی جانب سے مسلمان بھائیوں پر ہونے والے مظالم دیکھے اس لئے انہیں خیال آیا ان مسائل کا حل صرف اسلامی حکومت کے قیام میں ہے۔ ایک اور مفروضہ ہے کہ قطب کے خیال میں سماجی انصاف، تعلیم اور دیگر معاملات صرف اسلامی معاشرے میں بہتر ہو سکتے ہیں۔ آخر کار انہوں نے اپنی کتاب معالم فی التاریخ میں اپنے اس نظریہ کو پیش کیا۔ قطب کے مطابق عالم انسانیت کے مسائل جیسے مادیت پسندی، غربت، ظلم اور جہالت کا حل صرف اسلامی اصولوں پر چلنے اور اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرنے میں ہے۔

سید قطب کو بہ حیثیت ایک مصری شہری کے دیہات میں بچپن گزارنے، پیشہ ورانہ زندگی اور اخوان المسلمین کے رکن کے طور پر جو تجربات ہوئے وہ ان کی نظریاتی و مذہبی زندگی پر گہرے نشانات چھوڑے۔ ان کی زندگی اور کارناموں کو ان کی اپنی تحریروں کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔ قطب کی بچپن کی سوانح عمری "طفل من القریۃ" (دیہات کا لڑکا) میں انہوں نے اسلام یا سیاسی نظریہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کی اس تصنیف میں دیہات کے اسرار، قرآن مجید اور نا انصافی کے چند واقعات ہیں۔ سماجی انصاف، اسلامی نظریہ علمیت، قرآن کی تفسیر اور سیاسی اسلام پر سید قطب کی تصانیف کا مقصد اس کے احترام میں اضافہ کرنا تھا۔ ان کے فلسفہ پر بطور مصنف ان کے پیشہ کا بہت زیادہ اثر ہوا۔ التفسیر الفنی فی القرآن کی تحریر میں انہوں نے قرآن تشریح کے لئے تکمیلی طریقہ کار استعمال کیا۔

سید قطب کے سیاسی اسلام کے نظریہ کو اسلام قرآن مجید اور اسلامی تاریخ سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی زندگی کے آخری دور میں قطب نے اپنے ذاتی تجربات کو مذہبی اور سیاسی نظریات کے ساتھ شامل کیا، جو ان کی مشہور تصنیف معالم فی التاریخ میں نظر آتے ہیں۔

معالم فی التاریخ میں قطب نے ناصر کی زیر قیادت حکومت پر تنقید کی اور اسلامی سیاست کے تشریح میں اسلامی سوشیل آڈر کی حکومت کا مطالبہ کیا، جسے ناصر کی حکومت نے مسترد کر دیا۔ سید قطب کے مطابق ناصر کی حکومت مقامی اسلامی اثر کو دبا کر مغربی اور سیکولر اثرات کی تائید میں مصروف تھی۔ اس کے علاوہ قطب نے ناصر کی حکومت کے مظالم گرفتاریوں اور تشدد کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔

سید قطب کا فلسفہ: قطب نے اپنے نظریات میں جاہلیت کی اصلاح استعمال کی، جو در اصل ما قبل اسلام کے حالات کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ موجودہ دور کے جدید مسلم معاشروں کا انہوں نے دور جاہلیت سے تقابل کیا ان کے خیال میں یوروپی مطلق العنانیت سے متاثر ہو کر اسلامی قوانین اور اسلامی اقدار کو ترک کر کے مسلمان بالکل وہی صورتحال سے دو چار ہیں، جو ما قبل اسلام کے دور سے مشابہ ہے۔ سید قطب نے مصر کے بشمول مسلم دنیا کو اپنی قوم کو جاہلیت کے دور میں واپس لے جانے کیلئے ذمہ دار ٹھہرایا۔

قطب اور ان کی تصانیف اسلام پسندی کے تناظر پر مکمل طور پر اثر انداز ہوئی۔ سید قطب کا شمار جدید دور کے اسلامی اسکالرز مولانا مودودی حسن البنا